سولہویں سالانہ مرکزی فہم دین کورس کا اہم سبق

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ

کا

قرآنی مفہوم



محمد اشرف آصف جلالی

مستقیم پبلیکیشنز، 6-5 مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور
042-7115771- 0321-9407699,0333-8173630

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کی قرآنی تفسیر
افادات	ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی
مرتب:	مولانا محمد عبدالکریم جلالی فاضل جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور
باہتمام	شیخ محمد سرور اویسی، محمد آصف علی جلالی
پہلا ایڈیشن	۲۷ رمضان ۱۴۳۰ھ 18 ستمبر 2009ء
تعداد	1100
صفحات	64

ملنے کے پتے

مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور / جامعہ جلالیہ رضویہ لاہور
کرمانوالہ بک شاپ لاہور / مکتبہ فیضان مدینہ گھکڑ
مکتبہ فکر اسلامی کھاریاں / رضا بک شاپ گجرات
مکتبہ مہریہ رضویہ کالج روڈ ڈسکہ / مکتبہ قادریہ لاہور
جامعہ محمدیہ رضویہ بھکھی شریف۔ منڈی بہاوالدین
اویسی بُک سٹال پیپلز کالونی گوجرانوالہ 0333-8173630

صراط مستقیم پبلی کیشنز، دربار مارکیٹ لاہور 0321-9407699

40

فہرست

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰٓى اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا

سورۃ الکہف آیت (۱۱۰)

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور سرور کائنات احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ ﷺ کے دربار گوھر بار میں ھدیہ درود وسلام عرض کرنے بعد۔

وارثان منبر ومحراب ارباب فکر ودانش

اصحاب مودت ومحبت نہایت محتشم حضرات وخواتین

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اسکی توفیق رفیق سے ادارہ صراط مستقیم پاکستان کے زیر اہتمام سولھویں سالانہ فہم دین کورس کے آٹھویں سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔ آج ھماری گفتگو کا موضوع ہے۔

اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کی قرآنی تفسیر

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور اسکے ابلاغ وتبلیغ اور اُس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ نزول قرآن کے مہینہ میں سب کیلئے قرآن سمجھنا آسان فرمائے اور نور قرآن کو دور تک پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ ماہ مبارک جو رحمت کا مہینہ ہے اللہ تعالیٰ سب کی جھولیوں کو رحمت کے پھولوں سے معمور فرمائے اور اللہ تعالیٰ حالت روزہ میں اور رمضان المبارک کے پر کیف لمحات میں ہمارے فہم دین کے اس عمل کو اپنے دربار میں قبول فرمائے۔

قرب رسالت سے انسان کو قرب الوھیت میسر آتا ہے اور رسالت کی پہچان سے الوھیت کی طرف انسان کو رہنمائی میسر آتی ہے۔ اس بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی توحید کے معارف میں یہ ایک اہم مسبق ہے۔ کہ منصب نبوت اور شان رسالت کو سمجھا جائے اور اس نور سے اللہ تعالیٰ کے قرب کی طرف مزید سفر کیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ کا پیکر برھان معرفت الٰہی

اللہ تعالیٰ نے سید المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے پیکر پرنور کو اپنی توحید کی سب سے بڑی دلیل قرار دی ہے اور اس پیکر پُرنور کے اوصاف کی پہچان سے بندے کیلئے اللہ تعالیٰ کے اوصاف کی پہچان آسان ہوتی ہے۔ اُسے عرفان حق میسر آتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ انسان کو اپنی معرفت کی لذت عطا فرماتا ہے۔

سید عالم نور مجسم ﷺ کی ذات پرنور پر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعدد القاب اور اوصاف کا تذکرہ کیا گیا آج اُن میں سے ایک لفظ ہماری گفتگو کا موضوع ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

اے محبوب آپ فرمادیں کہ سوائے اسکے نہیں کہ میں ظاہری صورت میں تمہاری مثل ہوں۔ قرآن مجید میں جتنے مقامات پر بھی انبیاء کرام علیہم السلام پر لفظ بشر کا

اطلاق کیا گیا اُن تمام کا خلاصہ یہ ہے کہ کچھ اقوام جنہیں نبوت و رسالت کے لحاظ سے شرح صدر نہیں ہو رہا تھا وہ ضدی اور ہٹ دھرم بنے ہوئے تھے اُن لوگوں نے بھی اپنی طرف سے انبیاء کرام علیہ السلام پر لفظ بشر کا اطلاق کیا۔ یہ لفظ یوں کہہ کر کہ تم چونکہ ہمارے جیسے ہی ہو انہوں نے ایمان لانے سے انکار کر دیا۔

یہ جملہ تو ہے ہی منکرین کا کہ جنہیں شان رسالت کی کوئی خبر نہ تھی اس واسطے اس پر بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ قرآن مجید کے دو مقام پر بطور خاص وضاحت کی ضرورت ہے۔ ایک مقام سورۃ کہف کے آخر میں ہے دور دوسرا مقام سورہ حم السجدہ میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیتا ہے کہ

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

آپ لوگوں کو فرما دیں کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں۔

یہ دو آیات ہماری گفتگو کا موضوع ہیں اور یہ آیات آج مخصوص طبقہ شان [illegible]ت کو سطحی سا ثابت کرنے کیلئے پڑھتا ہے۔ اسکے سوا کوئی اور دلیل اُنکے پاس موجود نہیں ہے۔

ہم ان آیات کا وہ معنیٰ بیان کریں گے جو قرآن مجید معین کر رہا ہے۔ اُس کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے واضح کریں گے۔ کہ لفظ بشر کس مفہوم میں ہے اور اُسلوب اسکا تعین کیسے کرتا ہے۔ پھر لفظ مثل کو کس لحاظ سے سمجھا جا سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت:

قرآن مجید کے ان مقامات کی تشریح کی تمہید میں یہ بات ذہن میں رکھنی جائے

کہ صفہ سے لیکر آج تک اھل حق کا یہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا علیہ السلام کو جلیل القدر بشریت کی شان عطا فرمائی ہے۔ اور آپ کا بشر ہونا قرآن مجید کا مضمون ہے اور نص قطعی ہے۔ ہر مومن کا اس پر یقین ہے اور کبھی بھی اہلسنت و جماعت کی طرف سے کسی نے رسول اللہ ﷺ کی بے مثل بشریت کا انکار نہیں کیا۔

رسول اللہ ﷺ کی نورانیت:

دوسری طرف سید عالم ﷺ کا پیکر پُر نور اللہ تعالیٰ کی تجلیوں کا عکس جمیل ہے اور مخلوق میں کوئی نور ایسا نہیں ہے کہ جو نور ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کی برابری کر سکے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام بشر بھی بے مثل ہیں اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے نور بھی بے مثل بنایا ہے۔ یہ بات بھی ذہن میں رکھی جائے کہ بشر اور نور کے لحاظ سے گفتگو کرتے وقت آج ایک طبقہ خلط مبحث کا ارتکاب کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ بحث کو چھوڑ کر اُسکے سوا چیزوں کو شامل کر کے اصل حقیقت کو چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

بشریت امت کا اتفاقی عقیدہ:

بشریت سب کا اتفاقی عقیدہ ہے اس پر کسی کا اختلاف نہیں نورانیت پر کچھ لوگوں کا ہم سے اختلاف ہے۔ گفتگو کے قانون کے مطابق بشریت جب اتفاقی چیز ہے۔ تو بشریت کے معاملات کو ابھارنے کی ضرورت نہیں وہ طے شدہ بات ہے جس پر ایمان لانا [illegible] کیلئے لازم ہے اور بشریت رسول ﷺ پر کسی کا ایمان نہیں ہوگا تو وہ مومن کیسے شمار [illegible]یت کا ذکر تو آیات قرآن مجید میں موجود ہے۔ یہ اتفاقی عقیدہ ہے۔

مثل ہوں۔ فرم[illegible]

پردہ اٹھتا ہے

نورانیت ہمارا عقیدہ ہے جو نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نور بنایا ہے جبکہ بدقسمتی سے کچھ لوگ اس نور کے منکر ہیں۔ گفتگو کا دائرہ نور ہونے یا نہ ہونے میں ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نور ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ نور نہیں۔ جبکہ بشریت کی تو بحث ہی اس سے جدا ہے۔ بشریت کا تو کوئی منکر ہی نہیں ہے۔ نور کی بحث میں ہم پر لازم ہوگا کہ ہم نور ہونیکی دلیلیں دیں اور اُن پر یہ لازم کہ نور نہ ہونے کی کوئی دلیل پیش کریں۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ کے نور ہونے کے دلائل تو قرآن مجید میں بھی ہیں اور بیسوں احادیث بھی ہیں اور نور نہ ہونے کی کوئی دلیل قرآن میں ہے اور نہ ہی سنت میں ہے بلکہ اقوال صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بھی نہیں۔

یہاں پر مقصود تو بشریت کے معنی کی وضاحت ہے نورانیت کا اثبات موضوع نہیں اس مناسبت کی بنیاد یہ کہ بشر ظاہر الجلد ہوتا ہے نور ظاہر الجلد اور مظہر لغیرہ ہوتا ہے لیکن پھر بھی یہاں نورانیت مصطفےٰ ﷺ کیلئے ایک حدیث شریف پیش کر دیتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رَأَیْتُ النَّبِی ﷺ بِعَیْنَیَّ ھَاتَیْنِ وَکَانَ نوراً کُلَّہٗ بل نوراً مِنْ نُور اللّٰہِ

میں نے نبی اکرم ﷺ کو اپنی ان دو آنکھوں سے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ سارے کا سارا نور تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے نور سے نور تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ۱/۶۲)

رسول اللہ ﷺ ظاہر الجلد ہیں اور آپکا پیکر نور سے بنا ہے۔ رسول اللہ

ﷺ کا نور اللہ تعالیٰ کے نور سے یوں مختلف ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کوئی جزو نہیں، اسکا کوئی حصہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا نور مخلوق نہیں اور رسول اللہ ﷺ کو جو نور کہا جاتا ہے تو یہ اللہ کا پیدا کیا ہوا نور ہے۔ لہٰذا ان دونوں نوروں کے درمیان زمین وآسمان سے زیادہ فرق ہے۔ آپ کے نور ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ کسی قسم کی کوئی شراکت ہے نہ مماثلت۔

نور نہ ہونے کی دلیل نہ قرآن میں ہے نہ حدیث شریف میں ہے۔ تو چونکہ اُس طبقے کے پاس اپنے موقف کی کوئی دلیل نہیں اور اُن کا جو عقیدہ ہے کے رسول اللہ ﷺ نور نہیں ہیں اور ﷺ انکے پاس دلیل نہیں ہے اور نہ ہی کبھی آسکتی ہے۔ سورج مغرب سے طلوع ہو سکتا ہے وہ کوئی ایسی آیت پیش نہیں کر سکتے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ نُوْرًا

ہم نے تجھے نور بنا کے نہیں بھیجا۔

یا رسول اللہ ﷺ نے کہا ہو کہ لَسْتُ نُوْرًا میں نور نہیں ہوں۔ یا صحابہ کرام میں سے کسی نے کہا ہو کہ ما کان نَبِیُّنَا نُوْرًا ہمارے نبی علیہ السلام نور نہیں تھے۔

نہ آیت ہے نہ حدیث ہے نہ ہی قول صحابی ہے نہ آج تک انھیں ملا ہے اور نہ ہی قیامت تک مل سکتا ہے۔ تو چونکہ اُنکے پاس اس نظریے کی کوئی دلیل نہیں وہ اس بحث سے باہر نکل کے ایک دوسری ضد اور بحث میں اس کو شامل کر کے گذارہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہم اُنکی اس حرکت کو لوگوں کے سامنے بے نقاب کرنا چاہتے ہیں کہ جس کے پاس نور نہ ہونیکی دلیل نہ تھی انہوں نے بشریت کی بحث اپنی تنگ دامانی کو چھپانے کیلئے شروع کردی۔ حالانکہ بشریت اتفاقی امر ہے اسمیں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

نورانیت بشریت کی ضد نہیں:

اس سے یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ بشریت اور نورانیت آپس میں ضدیں نہیں ہیں کہ ایک چیز اگر ثابت ہو جائے تو دوسرے کی بھی نفی ہو جائے گی۔ یہ ہو سکتا ہے کہ بشریت اور نورانیت ایک جگہ اکٹھی ہو جائیں۔ لیکن یہاں یہ سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ان کو آپس میں ضدوں کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ نور کی نفی کیلئے بشریت کا اثبات کیا جاتا ہے حالانکہ بشریت جدا چیز ہے اور نورانیت جدا چیز ہے۔ نورانیت اور بشریت کو آپس میں ضدیں قرار دیکر پھر اس انداز میں گفتگو کرنا کہ چونکہ بشر ہیں لہٰذا نور نہیں۔ یہ دوہرا ظلم ہے قرآنی اسلوب پر۔ جسکو ساری شریعت مسترد کرتی ہے۔

بشر کا معنیٰ ابن منظور کی نظر میں:

جس وقت قرآن مجید نازل ہوا تو اُس وقت بشر کا معنیٰ کیا سمجھا جاتا تھا۔

لسان العرب میں ابن منظور نے لفظ بشر کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے کہا۔

اَلْبَشَرُ ظَاهِرُ جِلْدِ الْاِنْسَان (لسان العرب ۴/۶۰)

بشر انسان کی جلد کے ظاہر کو کہا جاتا ہے۔

انسانی کھال اصل میں بشرۃ ہے۔ انسان ظاہر الجلد ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ اس کے بدن پر نہ تو بھیڑوں کی طرح اون ہے اور نہ ہی پرندوں کی طرح پر ہیں اس طرح کی جسمانی حیثیت کو عربی زبان میں بشریت کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

جوہری کی نظر میں

الصحاح میں جوہری نے اسکا معنیٰ یہ بیان کیا۔

اَلْبَشَرُ وَالْبَشَرَۃُ ظَاھِرُ جِلْدِ الْاِنْسَانِ (صحاح ۲/۵۹۰)

بشراور بشرۃ انسانی جلد کے ظاہر پر اسکا اطلاق ہوتا۔

یعنی خلاصہ یہ ہے کہ پوری عربی لینگوئج میں جتنی بھی امّھات الکتب ہیں۔اُن میں سے کسی ایک میں بھی بشر کی یہ تعریف نہیں ہےاور اسکا یہ ترجمہ نہیں ہے کہ بشر وہ ہوتا ہے جو مٹی سے بنا ہو۔بشر کا جو معنی آج لوگ لیتے ہیں کہ بشر وہ ہے جو بالضرور مٹی سے بنا ہو۔

بشر کا یہ معنٰی کسی لغت میں بیان نہیں کیا گیا۔

بشر کا معنٰی ظاھر الجلد ہے آگے عام مٹی کا ہے تو بھی ظاہر الجلد ہےاور وہ نور کا ہے تو پھر بھی ظاھر الجلد ہوسکتا ہے۔

جبریل امین پر بشر کا اطلاق:

جسطرح کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کیلیے لفظ بشر کا استعمال فرمایا ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بھیجا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

فَاَرْسَلْنَا اِلَیْھَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَھَا بَشَرًا سَوِیًّا (سورہ مریم آیت ۱۷)

ہم نے بھیجا حضرت مریم علیہا السلام کی طرف اپنی روح کو یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام کو وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا۔اس آیت میں اُن پر بشریت کا اطلاق کیا گیا۔اگر نور بشر کا آپس میں تعلق آگ پانی والا ہوتا تو پھر کبھی ایک جگہ اجتماع نہ ہوتا پھر جو بھی بشر ہوتا اُس پر نور کا لفظ نہ بولا جا سکتا اور جو بھی نور ہوتا اُس پر بشر کا لفظ نہ بولا جا سکتا جبکہ یہاں پر منطق کے لحاظ سے تین صورتیں ہیں۔

ایک حقیقت یہ ہے جو صرف بشر ہے نور نہیں۔ دوسری حقیقت یہ ہے جو صرف نور ہے بشر نہیں تیسری حقیقت یہ ہے کہ جس پر بشریت کا اطلاق بھی ہوسکتا ہے اور نورانیت کا بھی اطلاق ہوسکتا ہے۔

ان چیزوں کو اور قرآن مجید کی اس نص کو سامنے رکھتے ہوئے دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ ''جس میں اللہ تعالیٰ نے نور اور بشر کا امتزاج خود بیان کر دیا''۔ ایک پیکر جس پر نور کا بالاتفاق اطلاق ہے۔ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کی نورانیت کو سب تسلیم کرنے والے ہیں اور ساتھ ہی اُن کی بشریت کو ماننا آیت قرآن ہے۔ اُن پر بشریت کا اطلاق کیوں کیا گیا۔ اُس وقت جب حضرت مریم علیہا السلام کے سامنے تھے اُن کا بدن نظر آ رہا تھا۔ وہ چھپے ہوئے نہیں تھے۔ وہ ایسے نہیں تھے کہ کوئی پیکر نہ ہو اُن کا پیکر حضرت مریم علیہا السلام کو نظر آ رہا تھا اور یوں ظاھر الجلد ہوتا اس کو عربی زبان میں بشر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس سے جبرئیل امین علیہ السلام کی نورانیت کی نفی نہیں ہوگی وہ اپنی جگہ برقرار ہے اور تھ اُن کا یہ وصف ظاھر کیا جا رہا ہے۔ کہ اب یہ اس حالت میں ہیں کہ سامنے ان کا جسم بھی نظر آ رہا ہے۔ اس پر قرآن مجید میں اطلاق آیا ہے جسے خود قرآن مجید نے معین کیا ہے۔

حضرت امام بیضاوی کی نظر میں بشریت کا معنیٰ:

اسی بنیاد پر حضرت امام بیضاوی علیہ الرحمہ نے بیضاوی کے آغاز میں انسان پر بحث کی تو فرمانے لگے کہ انسان کو انسان اسلیئے کہتے ہیں۔

مُبْصِرُوْنَ لِاَنَّهُمْ سُمُّوْا بَشَرًا

یہ دیکھے جاتے ہیں اسلئے انسانوں کو بشر کہا جاتا ہے۔

كَمَا سُمِّيَ الْجِنُّ جِنًّا لِاجْتِنَانِهِمْ

جس طرح کہ جن کو جن اسلئے کہا جاتا ہے کہ وہ پوشیدہ اور چھپے ہوتے ہیں بشر کا مقابلہ جن سے تو بنتا ہے لیکن نور سے نہیں بنتا۔

جن ج اور ڈبل نون سے بنا ہے، جہاں ان حروف کو اکٹھے استعمال کیا جائے وہاں چھپنے کا معنٰی ضرور ہوتا ہے۔ مثلاً جنت، جن، جنوں اور جنان ہے ان میں چھپنے والا معنٰی پایا جاتا۔ جنت آنکھوں سے چھپی ہوئی چیز ہے اُسی طرح جنوں کی وجہ سے بھی پردہ پڑ جاتا ہے اور جنان یعنی دل بھی ایک چھپی ہوئی چیز ہے اور جن بھی پوشیدہ اور چھپا ہے۔

معنٰی کی تعیین میں حروف کا اعتبار:

امام بیضاوی فرماتے ہیں کہ معنٰی کے معین کرنے میں حروف کا اعتبار ہوتا ہے بشر کو اُسکے ظہور کی وجہ سے بشر کہا جاتا ہے جسطرح جن کو اُس کے چھپے ہونے کی وجہ سے جن کہا جاتا ہے اسی بنیاد پر جب کسی کو بشارت دی جاتی ہے تو اس کے چہرے کے خدو خال میں ایک نکھار آجاتا ہے اسلیے اچھی خبر کو بشارت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کہ اُس کا تعلق انسان کے ظاہر میں بھی نظر آنا شروع ہو جاتا ہے۔

تو اس بنیاد پر کہ جس بولی میں قرآن نازل ہوا ہے اُس بولی اور زبان میں کہیں یہ تعریف نہیں ہے کہ بشر وہ ہوتا ہے جو مٹی ہی کا بنا ہوا ہو اور مٹی سے جسکی ترکیب ہو اُس کو بشر کہا جاتا ہے۔ بشر کا معنٰی ظاہر الجلد ہے اور ظاہر نظر آنے والی چیز ہے۔

آیت سے ماقبل مضمون کا رخ:

اس مختصر تمہید کے بعد یہ بات اچھی طرح ذہن میں رکھنی چاہیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کواللہ تعالیٰ نے جو یہ کہا کہ محبوب تم یہ کہہ دو میں بشر ہوں۔ اسکا پس منظر کیا تھا۔

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

یہ آیت جہاں نازل ہوئی تو اس سے پہلے مضمون کیا تھا۔ اُس مضمون کو پڑھنا چاہیے اُس مضمون کو پڑھنے سے پتہ چلے گا کہ اللہ تعالیٰ کیوں کہلوانا چاہتا ہے کہ محبوب کہہ دو کہ میں بشر ہوں اس سے پہلے کس چیز کا ذکر ہے پہلے بحث کس چیز کی ہے اور گفتگو کیا ہو رہی ہے اور پہلے کونسی چیزوں کا ذکر ہے اگر قرآن مجید کے اس مقام پر پہلے ذکر یہ ہو کہ کہیں رسول اللہ ﷺ اپنے آپ کو نور کہہ بیٹھے ہوں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ محبوب ابھی ان کے سامنے اعلان کردو کہ میں بشر ہوں۔ تو پھر وہ لوگ سچے ہیں۔ جو نور کے خلاف اس آیت کو پڑھتے ہیں۔ یا ایسا ہوا ہو کہ صحابہ کرام جو آپکو نور سے تعبیر کرتے رہتے تھے کسی موقع پر جب انہوں یہ کہا ہو کہ ہمارے نبی علیہ السلام نور ہیں تو اگلے لمحے جبرئیل علیہ السلام آگئے ہوں اور انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ یہ جو تجھے نور کہتے ہیں۔ ان کے سامنے بیان کردو کہ میں بشر ہوں۔ اب پتہ چلے گا کہ نور کی نفی میں بشر والی آیت پڑھی جا سکتی ہے۔ ماقبل متعین کرے گا کہ بحث اصل میں کیا تھی اور گفتگو کیا تھی اور مضمون کیا چھڑا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی آخر یہ آیت کا ایک پس منظر ہے اور اُس کا ماقبل واضح کرتا ہے۔ اُس کے بعد پتہ چلے گل کہ گفتگو کا طریقہ کیا ہے اور کس چیز کو واضح کرنا مقصد ہے۔

مثال کے طور پر ایک شخص عالم ہے حافظ نہیں ہے۔ اُس کے بارے میں لوگ کہہ رہے ہوں کہ یہ عالم بھی ہے اور حافظ بھی ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ میں تو صرف عالم ہی ہوں تو اس سے مطلب واضح ہو گیا کہ جو لوگوں نے کہا کہ یہ حافظ بھی ہے تو یہ حافظ

ہونے کی نفی کرنا چاہتے ہیں۔ ماقبل کی گفتگو سے پتہ چل رہا ہے۔

ایک شخص حافظ ہے عالم نہیں ہے اور لوگ یہ مشہور کر دیتے ہیں کہ یہ حافظ بھی ہے اور عالم بھی ہے اُس نے جب یہ بات سنی تو اُس نے کہا کہ سوائے اس کے نہیں میں تو صرف حافظ ہی ہوں تو اب مطلب یہ ہے کہ یہاں نفی عالم ہونیکی ہے کہ میں عالم نہیں ہوں مجھے صرف حافظ ہی جانو۔

تو اس آیت سے پہلے کیا مضمون تھا کہ جس کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل کر دیا کہ محبوب تم اعلان کر دو۔

اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

سوائے اسکے نہیں کہ میں ظاہری صورت میں تمہاری مثل بشر ہوں۔

اگر آپ پہلے والا مضمون پڑھ لیں تو آپ میرے کہنے کے محتاج نہیں ہونگے آپ کے دل کا مفتی خود بتائے گا کہ جو یقین تم رکھتے ہو یہ کسی نے گھڑا نہیں بلکہ قرآن نے خود بیان کیا ہے۔

دعوت فکر:

اسمیں پھر دعوت فکر ہے آپ کسی کا ترجمہ لیکر پڑھ لیں اور کسی مقام پر آپ اُن سے بات کرتے ہوئے انھیں کہیں کہ بشر کا معنیٰ معین کرنے کیلئے خود قرآن سے پڑھو قرآن پہلے کسی چیز کو بیان کر رہا ہے۔ اگر ایسی صورتحال ہے کہ اُن کا نورانیت کا عقیدہ تھا اور لوگوں کی طرف سے جب وہ ظاہر ہوا تو اللہ نے آیات نازل کر دیں۔

تو پھر تم اپنی بات میں سچے ہو کہ نورانیت کی نفی میں یہ آیات پڑھتے رہو اور اگر

مطلب کچھ اور ہے تو پھر جان لو کہ نبی علیہ السلام کی بے مثل بشریت بھی اُنکی ایک شان ہے اور نورانیت بھی اُنکی حقیقت کا بیان ہے۔

برھان حق سے وضوح حق:

سب سے پہلے سورۃ کہف کو لیتے ہیں۔ جہاں اس کا اطلاق ہوا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان اس آیت سے پہلے یہ ہے۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

اے نبی کہہ دو اگر سمندر سیاہی بن جائے میرے رب کے کلمات کیلئے تو سمندر ختم ہو جائے گا پہلے اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے کلمات اتنے زیادہ ہیں کہ سمندر سیاہی ہو تو سمندر ختم ہو جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہیں ہونگے۔

وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا

اگر ہم ایک اور سمندر اُسکی مثل مدد یعنی سیاہی کیلئے لے آئیں تو وہ بھی ختم ہو جائے گا رب کے کلمات ختم نہیں ہونگے۔

اسکے بعد ہے

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

آپ فرمادیں کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں۔

ماقبل آیت میں اللہ تعالیٰ کے کلمات کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلمات کے ختم نہ

ہونے کا کہ جتنی بھی سیاہی لے آؤ کئی سمندر سیاہی کے خرچ کردو تو وہ سمندر سیاہی کے ختم ہو جائیں گے مگر رب کے کلمات ختم نہیں ہونگے۔

کثرت کلماتِ خدا اور بشریتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم :

یہ دو آیتیں آپس میں ملی ہوئی ہیں۔ رب کے کلمات کی کثرت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بشر ہونا۔ ان دو چیزوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ کہ یہاں اللہ نے یہ اعلان کیوں کروایا۔ پہلے یہ اعلان کروایا کہ میرے کلمات ختم نہیں ہوتے اور پھر فرمایا ساتھ یہ اعلان بھی کردو کہ اے لوگو! میں تمہاری مثل بشر ہوں، ان دو کا ربط جسے سمجھ آجائے گا اُسے پتہ چلے گا کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کی بشریت میں بھی کتنی بڑی شان کو بیان کیا ہے۔

یہود اور قلّتِ علم :

اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا

تمہیں تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آیت نازل کی کہ اے یہود تم اہل کتاب بن کے بھر نہ جاؤ کہ تم یہ سمجھو کہ ہمیں اس قرآن کی اب ضرورت نہیں ہے۔ تمہیں جو کچھ بھی دیا گیا وہ تھوڑا سا دیا گیا ہے۔

یہ آیت جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے سامنے پڑھی تو یہودیوں نے احتجاج کیا۔

قَالُوْا كَيْفَ وَقَدْ اُوْتِيْنَا التَّوْرَاۃ (قرطبی ۲/۴۳۹)

انہوں نے کہا کہ ہم تو تورات دیئے گئے ہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہمارا علم تھوڑا ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی۔

کلماتِ الٰہی ہیں غیر متناھی:

لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ

اے محبوب آپ ان تورات والوں سے کہہ دیں جو کہتے ہیں کہ ہمارا علم بہت زیادہ ہے تمہیں کیا پتہ کہ اللہ تعالیٰ کے کلمات ہیں کتنے؟ اگر سمندر سیاہی بن جائیں پھر بھی میرے رب کے کلمات ختم نہیں ہوتے۔ اتنے کلمات ہیں تم صرف تورات کی وجہ سے ہر چیز کا انکار کررہے ہو کہ ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں رہی تورات لیکر تم قرآن کی طرف آنے سے انکار کررہے ہو۔ تو اس بنیاد پر یہ آیت نازل کردی گئی۔

جس میں یہ ذکر ہے کہ اللہ کے کلمات اتنے زیادہ ہیں کہ سمندر سیاہی بن جائیں تو سمندر ختم ہوجائیں گے مگر اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہیں ہونگے۔

یہ آیت کو سمجھنے کے طریقے ہیں کہ اس آیت سے ماقبل والی آیت کو جب دیکھا اور اُس آیت کا پس منظر دیکھا پھر اُس کے پس منظر میں ایک اور آیت نظر آئی جس میں یہود کہہ رہے تھے کہ ہمارے پاس بہت کچھ ہے۔ قرآن کہتا تھا کہ

وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا

تمہیں تھوڑا سا علم دیا گیا بہت کچھ ابھی باقی ہے۔ جس وقت وہ ہٹ دھرم بنے کہ ہمارے پاس بہت کچھ ہے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ایک آئینہ دکھایا ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ

کے کلمات کتنے ہیں۔ اس میں یہ آیت ہے کہ

محبوب آپ فرمادیں کہ اللہ کہ کلمات اتنے ہیں کہ اگر کئی سمندر سیاہی بن جائیں تو سمندر ختم ہو جائیں گے مگر اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہیں ہونگے۔

آیتِ بشریت کا ماقبل سے ربط

جس وقت ماقبل والی آیت نے یہ بیان کر دیا کہ اُس میں علوم باری تعالیٰ کا اظہار ہے۔ اُس میں کلمات باری تعالیٰ کا اظہار ہے۔ اُس میں اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دیا کہ میرا علم بہت زیادہ ہے۔ اور میرے کلمات بہت زیادہ ہیں۔

اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی کہ۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

تو اس کا ربط اب سمجھ آئے گا۔

جس وقت علوم باری تعالیٰ کا ذکر ہوا اور اُس کا اظہار ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے ہوا آپ نے فرمایا کہ کلمات اتنے ہیں۔ تو ذہن ادھر چلا گیا جو کلمات کی وضاحت کر سکتے ہیں پھر وہ محبوب سارے کلمات کو جانتے ہونگے کہ جن کلمات کو سیاہی ختم نہیں کر سکتی سمندر سیاہی کے ہوں تو ختم ہو جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہیں ہوتے اُن کلمات کی نشاندہی یہ ذات کر رہی ہے۔ تو شاید ان کا علم اُن کلمات کا محیط ہو اور سارے کلمات کو یہ جانتے ہوں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب اعلان کر دو میں خود کچھ نہیں جانتا۔ جو جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کے دینے سے جانتا ہوں۔

امام ابن جریر اور آیت بشریت کی تفسیر:

یہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کا ماقبل ہے۔

تفسیر ابن جریر اس امت کی پہلی تفسیر ہے جو کہ سند کے ساتھ ہے۔ انہوں نے سند کے ساتھ اس حقیقت کو بیان کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ اس آیت کا مطلب کیا بنتا ہے۔

ابن جریر اس آیت کی تفسیر میں لکھتا ہے۔

قُلْ لِهٰؤُلَآءِ الْمُشْرِكِيْنَ

اے محبوب آپ مشرکین سے کہہ دیں۔

اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ مِنْ بَنِي آدَمَ

میں تمہاری مثل بنی آدم سے بشر ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ

لَا عِلْمَ لِيْ اِلَّا مَا عَلَّمَنِيَ اللّٰهُ (طبری ۹/۲/۵۰)

میرا علم وہی ہے جو مجھے میرا رب عطا فرماتا ہے۔

تو اس وقت بشر کہوانے کا مطلب کیا بنا۔ یہ نہیں کہ پہلے جھگڑا نور کا ہو رہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے کہا ہو کہ تم چونکہ نور نہیں ہو لہٰذا کہہ دو کہ میں بشر ہوں۔ نور کی تو یہاں بحث ہی نہیں ہے۔ نور کا تو جھگڑا ہی نہیں ہے۔ بات ہے کلمات کی بات ہے رب کے علم کی۔ جس وقت رسول اللہ ﷺ اس علم کا اظہار کر رہے ہیں اور مجمع میں پہلی بار لوگوں کو پتہ چلا کہ رب کے کلمات اتنے ہیں کہ سمندر سیاہی کے ختم ہو سکتے ہیں لیکن رب کے کلمات ختم نہیں ہو سکتے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے کمال گفتگو کی تو یہ ہو سکتا تھا کہ کچھ اوہام اس طرف چلے جاتے کہ رب کے سارے کلمات کا احاطہ رسول اللہ ﷺ کر چکے ہیں اور آپ

علیہ الصلوٰۃ والسلام خود جانتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب آپ اعلان کردیں۔ میں خالق نہیں مخلوق ہوں۔ میں رب کا بندہ ہوں۔ یہ علم کے سورج جو میری زبان سے طلوع ہوتے ہیں یہ میں طلوع نہیں کرتا میرا مولا طلوع کرنے والا ہے۔

یہ مقصد تھا کہ جس کو اس آیت میں بیان کیا گیا۔

لَا عِلْمَ لِی اِلَّا مَا عَلَّمَنِیْ اللّٰہَ میرا علم نہیں مگر وہ ہے جو رب مجھے پڑھائے۔

یہ بشر کا ترجمہ کیا جا رہا ہے۔

اور یہ ابن جریر نے کہا ہے۔ یہ ماقبل قرآن مجید کا اسلوب ہے۔

کوئی ہے جو اس میدان میں آ کر اسکے سوا کوئی اور اسلوب دکھائے کوئی اسلوب اسکے سوا قیامت تک کوئی پیش نہیں کیا جا سکتا ہے۔ خائب و خاسر ہوئی وہ سوچ جنہوں نے نورانیت کے مفہوم سامنے رکھ اس آیت کو اوپر فٹ کیا۔

ماقبل اُسکی کوئی خبر نہیں دیتا۔ کوئی کسی انداز سے ایسا عقیدے والا موجود نہ رہا کہ یہ آیت نورانیت کے رد کیلئے نازل کی گئی ہے۔

بلکہ اس سے پہلے کلمات باری تعالیٰ کا ذکر ہے اور پھر اس انداز میں کہ سمندر سیاہی کے ختم ہو جائیں لیکن اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہیں ہوتے یہاں سے جب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اعلان کرتے ہیں آپکے علوم کا اظہار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ساتھ یہ عقیدہ بتانا چاہتا ہے کہ لوگ میرے محبوب کی زبان سے خبریں سن کے کہیں مُغالطے میں نہ پڑ جائیں یہ اتنی خبریں دے کے بھی اللہ نہیں ہیں اللہ کے بندے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس حیثیت کو واضح کرنے کیلئے فرمایا۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

اے حبیب یہ کہہ دو کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں اور مجھ پر وحی کی جاتی ہے یہ کلمات میں رب کے بتانے سے جانتا ہوں اپنے طور پر نہیں جانتا۔لہٰذا اس آیت میں یہ ذکر نہیں کہ لوگو! مجھے مٹی کا سمجھو، لوگوں میں خاکی ہو نہیں نہیں اس مفہوم کا تو یہاں ایک فیصد بھی حصہ نہیں بنتا اور جو مفہوم میں بیان کر رہا ہوں اس پر پورا قرآن شاہد عدل ہے۔ کہ ما قبل دیکھو گے وہ بھی یہی ہے اور بعد میں پڑھو گے وہ بھی یہی ہے اگر امت کی تفسیر دیکھو گے تو سب سے پہلی تفسیر ابن جریر میں بھی اسی کا ذکر تمہیں ملے گا۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کے بعد صرف یہی لکھا کہ لَا عِلْمَ لِیْ اِلَّا مَا عَلَّمَنِیَ اللّٰہُ یہ نہیں لکھا کہ اِنَّمَا رَسُوْلُ اللّٰہِ من التراب رسول اللہ ﷺ مٹی کے بنے ہوئے ہیں اسکا تو تصور بھی نہیں کوئی خیال ہی نہیں کسی کے ذہن میں ہی نہیں یہ تو کسی کے ذہن کا فتور ہے جو آج نور کے مقابلے میں اس آیت کو پڑھنا شروع کر دے۔ امت اسے کیسے پڑھتی رہی جب علم کا ظہور ہوا شان بڑی ظاہر ہوئی تو امت کو یہ بتانا بڑا ضروری ہوا کہ وہ کہیں یہ نہ کہہ لے کہ یہ مستقل بالذات ہیں اپنے طور پر جو چاہیں بیان کر دیتے ہیں یہ ان کو بتا دو لوگو! میں بہت کچھ بتاتا ہوں تمہاری عقلیں حیران ہیں مگر یہ یاد رکھنا میں اپنی طرف سے نہیں اپنے رب کی طرف سے بتانے والا ہوں۔

امام قرطبی کی تفسیر

اسی طرح امام قرطبی اپنی تفسیر قرطبی میں ارشاد فرماتے ہیں۔

اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ای لَا اَعْلَمُ اِلَّا مَا یُعَلِّمُنِیَ اللّٰہُ

میں تمہاری مثل بشر ہوں یعنی میں نہیں جانتا مگر وہی جانتا ہوں جو رب عطا فرماتا ہے۔ قرطبی میں بھی یہی معنٰی بیان کیا گیا۔ اس طرح جتنی بھی متقدمین کی تفسیریں ہیں اُن میں بھی یہی معنٰی بیان کیا گیا۔

تو جس وقت یہ فتنہ شروع ہوا جس کے علاج کیلئے آج ہم بیٹھے ہیں اس سے پہلے امت کی جتنی تفسیریں ہیں کسی تفسیر میں یہ مطلب بیان نہیں کیا گیا۔ کہ

فَثَبَتَ اَنَّہ خُلِقَ مِنَ التُّرَابِ

پس ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔

ایسا ہرگز نہیں بلکہ ہر تفسیر کو جس صدی اور جس دور میں دیکھو گے اُس کے اندر ماقبل مضمون کو سامنے رکھ کر یہ بیان کیا جا رہا ہے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ میں مسئلہ علم کی وضاحت کی جا رہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جب تازہ علم لوگوں کو ملتا تھا۔ عقلیں حیران تھیں کہ بیٹھتے فرش پہ ہیں اور خبریں عرش کی دیتے ہیں۔

حضرت اُمّ حارثہ رضی اللہ عنہا پوچھ لے کہ یا رسول اللہ ﷺ میرا بچہ کہاں ہے تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ مٹی میں دفن کیا مٹی میں ہی ہے فرمایا۔

انّھا لَجنانٌ اِنَّ اِبنَکِ اَصَابَ الفِردوْسَ الْاَعْلٰی

حارثہ کی امی بچہ تیرا دفن تو مٹی میں کیا تھا مگر اب سب سے اونچی جنت میں پہنچ چکا ہے آپ نے فرمایا کے اللہ تعالیٰ کے سارے کلمات کا احاطہ نہیں کر چکا۔ میرا علم میرا علم ہے اور رب کا علم رب کا علم ہے۔ اگر چہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کے مقابلے میں ساری دنیا کے لوگوں کا علم ایک قطرے کی طرح ہے مگر اللہ کا علم تو اللہ تعالیٰ کا علم ہے تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہہ دیا کہ

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

امام بیضاوی کہتے ہیں اسکا معنٰی یہ بنا کہ محبوب انھیں سنا دو کہ میں نے اپنے رب کے کلمات کا جو ذکر کیا یہ نہ سمجھنا کہ میں احاطہ کر چکا ہوں اگر چہ جو مجھے آتا ہے تمہاری عقلوں سے وراء ہے اور تم سارے اُس علم کے مقابلے میں ایک قطرے کی حیثیت رکھتے ہو۔ مگر میں اپنے رب کے کلمات کا احاطہ کرنے والا نہیں ہوں اسلئے کہ رب کے کلمات کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اور وہ رب کی شان ہے کہ وہ اپنے کلمات کو جانتا ہے تو بیضاوی میں بھی اس مقام پر واضح کر دیا گیا کہ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے رب کے کلمات کا احاطہ کرنے والا نہیں ہوں اللہ تعالیٰ اپنے کلمات کو جانتا ہے یہاں جتنے کلمات کا علم مجھے عطا کیا اور جس کے بارے میں تم حیران ہو میں ان کلمات کو اللہ کے بتائے سے بیان کرنے والا ہوں۔

امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف

تمام تفاسیر میں سے امام رازی علیہ الرحمہ اپنی شرح میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو مقصد کیا تھا۔

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ تَعَالٰی لَمَّا بَیَّنَ کَمَالَ کَلامِ اللہ اَمَرَ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم بِاَنْ یَّسْلُكَ طَرِیْقَةَ التَّوَاضُعِ

جس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے کمال کا اظہار کر دیا اور کلمات کی کثرت کا اظہار کر دیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ تواضع اختیار کیے رکھیں اور یہ کہیں

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

اس سے تو رسول اللہ ﷺ کی تواضع کا اظہار تھا کہ کلمات کی کثرت بہت زیادہ ہے۔ مگر اُن کلمات کے لحاظ سے میں بندہ ہو کے جانتا ہوں اور جتنا جانتا ہوں میں خالق نہیں ہوں یہ تواضع علمی ہے کہ میرا علم رب کے علم کے برابر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم زیادہ ہے اور میرا علم رب کے علم سے تھوڑا ہے۔ اس تواضع کے اظہار کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اُس تواضع کو آج تک ہر وقت ہر مومن سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جو علم ہے اُس کے مقابلے میں کسی کا علم نہیں ہے۔

تمام مخلوقات کا علم ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کے سمندر کے سامنے ایک قطرے کی حیثیت میں ہیں۔ لیکن ہمارے آقا علیہ السلام کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں اُس کی حیثیت بھی وہی ہے جو مخلوق کے علم کی حیثیت ہمارے نبی علیہ السلام کے علم کے مقابلے میں ہے۔ تو اس عاجزی کے اظہار کیلئے آپ نے فرمایا کہ۔

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

محبوب تم کہہ دو کہ مخلوق ہوں خالق نہیں ہوں۔ میں اپنے رب کا دیا ہوا جانتا ہوں اور اُس رب کے دیئے ہوئے علم کے مطابق بیان کرتا ہوں۔ میری غیب کی خبریں سن کے میرے بارے میں کوئی کبھی اللہ ہونے کا تصور نہ کرے میں اللہ نہیں ہوں بلکے میں اللہ کا بندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم سے لوگوں کے سامنے علوم کی باتیں کرتا رہتا ہوں۔

آیت بشریت کا نوری فیض:

زمخشری نے اپنی کتاب کشاف میں اس کا ذکر کیا تو ساتھ یہ حدیث بھی لکھ دی جسکو آج لوگ نورانیت کی نفی میں پیش کرتے ہیں۔ زمخشری یہ کہتا ہے کہ جو بندہ یہ آیت پڑھے تو اللہ تعالیٰ اُسے بھی ایک قسم کا معنوی نور عطا فرما دیتا ہے۔

زمخشری نے کشاف میں لکھا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَرَأَ عِنْدَ مَضْجَعِهٖ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

جس بندے نے اپنی چارپائی پہ سوتے ہوئے یہ آیت پڑھ لی تو کیا ہوگا۔

كَانَ لَهٗ مِنْ مَضْجَعِهٖ نُوْرًا يَتَلَأْلَؤُ اِلٰى مَكَّةَ

اُس کی چارپائی سے لیکر مکہ شریف تک ایک نور کی چادر تان دی جائے گی۔

حَشْوُ ذَالِكَ النُّوْرِ مَلَائِكَةٌ

اس نور کے اندر فرشتے ہونگے۔

يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ حَتّٰى يَقُوْمَ

جب تک بندہ بیدار نہیں ہوگا اُس وقت تک وہ فرشتے اُسکے لئے دعائیں مانگتے رہیں گے۔

اِنْ كَانَ مَضْجَعُهٗ بِمَكَّةَ

اگر وہ بندہ مکہ کا رہائشی ہے اور وہ یہ آیت پڑھتا ہے تو

كَانَ لَهٗ نُوْرًا يَتَلَأْلَؤُ مِنْ مَضْجَعِهٖ اِلَى بَيْتِ الْمَعْمُوْرِ

پھر اُسکی چارپائی سے لیکر بیت المعمور تک ساری فضا نور سے بھر جائے گی۔

وہاں فرشتے اور نوری مخلوق موجود ہوگی جو اسکے لئے دعائیں مانگتے رہیں گے۔

حَشْوُ ذَالِكَ النُّوْرِ مَلَائِكَةٌ يُصَلُّوْن عليه حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ (کشاف ۲/۵۰۱)

اُس نور میں فرشتے ہوتے ہیں جبتک وہ بیدار نہیں ہوتا اُسکے لیے فرشتے دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔

آیت بشریت اندھیرے میں نوری کرن:

لوگوں نے اسے اندھیرے کیلئے پڑھا اور نور کی نفی کیلئے پڑھا مگر حدیث نے بیان کیا کہ یہ تو ایسا نور ہے جس میں اتنی نورانیت ہے کہ اگر ایک انسان پاکستان میں رہتا ہے چارپائی پہ سوتے وقت اس آیت کو پڑھ لے گا تو اس بشریت والی آیت کی نورانیت یہ ہے کہ اس کی چارپائی سے لیکر مکہ شریف تک فضا نور سے بھر جائے گی اور اگر مکہ شریف میں ہے تو پھر وہاں سے لیکر بیت المعمور تک پوری فضا نور سے بھر جائے گی۔ اور فرشتے اُس کیلئے دعائیں مانگتے رہیں گے۔ جب تک وہ بیدار نہیں ہوتا اُس وقت اُسکا نور معاون بن جائے گا۔

تو پتہ چلا لوگوں نے جس کو اندھیرے کیلئے استعمال کیا قرآن نے اُسے سویرے کیلئے بیان کیا ہے۔ آج صبح کے وقت اس سویرے کی بات جو اللہ کی توفیق سے ہمارے حصہ میں آئی ہے۔ یہ وہی سویرا ہے۔ جو اسلام کی شکل میں آج دنیا میں موجود ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی نورانیت اس نور کو ہر طرف تقسیم کر رہی ہے۔

حضرت امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

لَا اَدَّعِي الْاِحَاطَةَ عَلٰی کَلِمَاتِہٖ (بیضاوی ۳/۵۲۷)

میں اللہ تعالیٰ کے کلمات پر احاطہ کا دعویٰ نہیں کرتا۔

اسی طرح حضرت اسماعیل بھی کہتے ہیں۔

اَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ کا معنٰی ہے آدَمِیٌّ مِثْلُکُمْ فِی الصُّوْرَۃِ صورت میں میں تمہاری مثل ہوں یعنی شکل انسانی میں ہوں۔

سورۃ فُصّلت میں موجود آیت بشریت کی وضاحت:

دوسری دلیل جسکو وہ لوگ بطور خاص پڑھتے ہیں یہ میں نے احاطہ کے طور پر پیش کر دیا کہ اسکے علاوہ اور کوئی مقام نہیں ہے جس کو بطور دلیل کے پیش کریں۔

سورۃ حٰم السجدہ کی آیت نمبر ۶ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ

(سورۃ حٰم السجدہ آیت ۶)

اے محبوب کہہ دو کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں میری طرف وحی کی گئی کہ تمہارا الہ ایک الہ ہے۔

اسکا ماقبل بھی دیکھیں گے تو معنٰی معین ہوگا کہ کس چیز کا لوگوں کو وہم پڑ رہا تھا اُس کو رد کرنے کیلئے آیت کو نازل کیا اُس وقت کا کوئی مسئلہ تھا جو اُٹھ رہا تھا آیت نازل کر کے اُس مسئلہ کو دبایا گیا اُس کی اصلاح کی گئی تو ماقبل میں کیا چیز ہے کہ جس کو سمجھانے کیلئے لوگوں کے لحاظ سے ضروری سمجھا گیا۔ وہ کیا چیز تھی جسکا لوگوں کو وہم پڑ رہا تھا تو اس اللہ تعالیٰ نے اس وہم کو دور کرنے کیلئے اس آیت کو نازل فرمایا۔

ماقبل آیت سے ربط

اس آیت کے ماقبل کو ان کا ترجمہ لیکر پڑھ سکتے ہیں پہلے کا مطلب واضح کر رہا ہے کہ اس سے کس کی وضاحت مراد ہے۔اس سے پہلے یہ آیت ہے۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَيْهِ وَفِیْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

(سورۃ حم السجدہ آیت ۵)

اسکا ماقبل یہ ہے کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے قرآن پیش کیا تو

فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ

بہت سے مشرکین نے اعراض کیا وہ سنتے ہی نہیں

آپ علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

تو وہ چھلانگیں لگا کے بھاگ جاتے اور وہ بہانہ کیا کرتے تھے۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَيْهِ

انہوں نے کہا کہ جسکی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اُس سے ہمارے دل پردے میں ہیں۔

جو تم تقریر کرتے ہو اسکی ہمیں سمجھ نہیں آتی اسواسطے ہم اُٹھ جاتے ہیں اور تمہاری محفل اٹینڈ نہیں کرتے اسلئے کہ ہمارے دل پردوں میں ہیں اُس چیز سے جسکی طرف تم ہمیں بلاتے ہو۔

وَفِیْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ

اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہیں۔

وَمِنْ بَیْنِنَا وَبَیْنِکَ حِجَاب

اور ہمارے تمہارے درمیان حجاب ہے۔ اگرچہ درمیان میں کوئی پردہ نہیں ہے۔ تم باتیں کرتے ہو ہم درمیان میں حجاب سمجھتے ہیں۔ ہمیں پتہ ہی نہیں چلتا کہ تم کیا کہتے ہو آپ کی بات ہمارے کانوں میں داخل ہی نہیں ہوتی۔ ہمارے کان تمہاری بات کے لحاظ سے بند ہیں۔ آپکی بات کی ہمیں سمجھ نہیں آتی۔

تو انہوں نے کہا۔

فَاعْمَلْ اِنَّنَا عَامِلُوْن

پھر تم اپنا کام کرو اور ہم اپنا کام کرنے والے ہیں۔

مشرکین مکہ کی طرف سے حوصلہ شکنی کی حرکت

مطلب یہ ہے کہ کفار مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو تبلیغ سے روکنے کیلئے ایک پلاننگ تیار کی کہ جب یہ رسول اللہ ﷺ تقریر کریں تو یوں سمجھو جیسے ان کی کوئی بات سمجھ نہیں آرہی تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ یہ دل برداشتہ ہو جائیں گے۔ پھر تبلیغ چھوڑ دیں گے۔ تو ان کفار مکہ نے پالیسی بنالی کہ جب بھی وہ بات کریں ہم نے یہ ظاہر کرنا ہے کہ ان کی بات گویا کہ ہمارے کانوں میں داخل ہی نہیں ہو رہی۔ تو یہ اُن کا مزاج تھا اور اس چیز کو واضح کر رہے تھے۔ اور اس چیز کو بیان کر رہے تھے۔ کہ تم کوئی اور مخلوق ہو ہم کوئی اور مخلوق ہیں۔ اس بات کو چھوڑ کے قطع نظر انکے اگر یہ بات بھینسوں کے بارے میں کر رہا ہوتا تو مجھے اس چیز کی امید نہیں تھی۔ جسکی امید مجھے تم سے ہے۔ تم سے مجھے امید ہے کہ تم میری بات سن رہے ہو اور سمجھ رہے ہو اس پر بول رہے ہو اور سر ہلا رہے ہو تمہارے

چہرے سے پتہ لگ رہا ہے کہ تمہیں بات سمجھ آ رہی ہے۔ یہی تقریر اگر میں بھینسوں کے باڑے میں کر رہا ہوتا تو اس چیز کی مجھے کوئی توقع نہ تھی اسلیے کہ میری جنس اور ہے اور بھینس کی جنس اور ہے اور سمجھنے جبکہ سمجھانے کیلیۓ ایک جیسا ہونا ضروری ہے۔

تو قریش مکہ یہ باور کرار ہے کہ اللہ کے نبی تم انسان ہی نہیں ہو۔ ہم انسان ہیں تمہاری اور جنس ہے۔ ہماری اور جنس ہے۔ تم بولتے ہو تو ہمیں لگتا ہی نہیں کہ تم ہم سے بول رہے ہو۔ تمہاری باتیں ہمارے کانوں میں داخل ہی نہیں ہوتیں۔ ہمارا تمہارا آپس میں کوئی ربط ہی نہیں۔ بات سمجھنے اور سمجھانے کیلیۓ آپس میں کوئی مناسبت ہونی چاہیے ہم کیسے تم سے متاثر ہوں۔ ہماری تمہاری آپس میں کوئی مناسبت نہیں ہے۔ کیوں کہ تم اور مخلوق ہو ہم اور مخلوق ہیں۔

جس وقت اُن بدبختوں نے یہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

محبوب انھیں بتاؤ کہ میں کوئی اور مخلوق نہیں ہوں میں انسانی بولی ہی بول رہا ہوں۔

اس سے پتہ چلا کہ قرآن مجید سے ماقبل کتنی وضاحت ہے۔ اور کس طرح مفہوم واضح ہے۔ کہ جو بیماری تھی علاج تو اُس کا کرنا ہے۔ جو بہانہ مشرکین مکہ بنا رہے علاج اُس کا کرنا ہے اور آیت میں اُس کو سمجھنا کوئی مشکل نہیں ہے۔

اسلیۓ کہ وہ کہتے ہیں۔

قَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ

ہمارے دل پردے میں ہیں تمہاری بات دل میں داخل ہی نہیں ہوتی۔

اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہیں اور تم ہمارے سامنے بولتے ہو تو ہمیں نظر ہی نہیں

آتے۔ یعنی انہوں نے حد درجہ کا انکار کر دیا۔ انہوں نے وجود کا ہی انکار کر دیا کہ تم جب سامنے بولو تو ہمیں نظر ہی نہیں آتے۔ تمہاری آواز کان میں داخل ہی نہیں ہوتی۔ تمہاری بات دل میں پہنچتی نہیں۔ تو پھر ہم تمہارا کلمہ کیسے پڑھ لیں۔ تم کوئی اور مخلوق ہو ہم کوئی اور مخلوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام ان منحوس لوگوں سے کہہ دیں۔

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ

میں تمہاری مثل بشر ہوں۔

رب نے تمہاری بہتری کیلئے ہی تو نور کو بشر کا لباس پہنایا ہے۔ تمہیں سمجھانے کیلئے صورت بشریت میں آئے ہیں تاکہ تم کوئی بہانہ نہ کر سکو اور تم اس طرح کی باتیں نہ کر سکو۔ فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو کہ میں جب تقریر کروں تو تمہیں نظر نہیں آتا بلکہ میں تمہیں نظر آتا ہوں۔ تم جھوٹ بولتے ہو کہ میری باتیں تمہیں سمجھ میں نہیں آتی تم جان بات میں نکتے بنے ہوئے ہو۔ تمہارا دل حرامی ہے میری باتیں تمہارے دل میں ں ہوتی ہیں اور تمہارے دل پر بھی کوئی ایسی سیل مہر نہیں لگی ہوئی کہ آگے بات جانہ سکے چونکے وہ بات کرنے والے چند لوگ تھے باقی کے دلوں میں بات پہنچتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے بہانے کا جواب دینے کیلئے ارشاد فرمایا کہ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ تو اس آیت سے ماقبل جو سوال ہے جواب اُس کا ہے لہٰذا جو بیماری ہو علاج اُس کا ہوتا ہے جو سوال ہو جواب اُس کا ہوتا ہے۔ جو کسی کا دعویٰ ہو مقابلہ اُس کا کیا جاتا ہے۔

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ

سے پہلے قریش مکہ یہ دعویٰ کر چکے تھے کہ اے نبی تم بولو تو نظر نہیں آتے

تمہاری بات ہمارے کانوں میں داخل نہیں ہوتی تمہاری بات سے ہمارے دل پردے میں ہیں خلاصہ یہ ہے کہ تم اور مخلوق ہو ہم اور مخلوق ہیں۔ لہٰذا تم کسی اور کو جا کے امتی بناؤ ہمیں امتی مت بناؤ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انھیں کہو کہ میں بھی انسان ہوں تم بھی انسان ہو اور میں تمہارے والی بولی بول رہا ہوں۔ تمہیں سمجھانے کیلئے بول رہا ہوں تو مطلب کیا بنا کہ اللہ تعالیٰ سے اُن کا وہ بہانہ چور چور کر دیا اور اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو شان ہے کہ یہ انسانیت کی رہنمائی کیلئے آئے ہیں انکی باتیں کانوں کو چبھتی نہیں بلکہ کانوں کو مٹھاس دیتی ہیں اور دلوں میں اترتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کہہ کے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہترین انداز تبلیغ کا بیان فرمایا ہے۔

کہاں آج ان لوگوں کی سوچ اور کہاں قرآن مجید کا اسلوب۔ یہ لوگ اس آیت کو اس مطلب میں پڑھتے ہیں کہ اے نبی کہہ دو کہ میں نور نہیں ہوں کیا اُس وقت قریش کا مسئلہ نور والا تھا؟ قریش مکہ کا اُس وقت جھگڑا یہ چلا ہوا تھا کہ وہ ہمارے دل پردے میں ہیں ہمیں تمہاری بات سمجھ نہیں آتی اور ہمارے تمہارے درمیان پردے ہیں تم ہمیں نظر نہیں آتے ہم کیسے سمجھیں تم ہمیں نظر آؤ تمہاری بولی ہمیں سمجھ آئے تو پھر ہم سوچیں کہ تمہارا کلمہ پڑھنا ہے یا کہ نہیں پڑھنا۔

تو جواب میں جو آیت آئی ہے اسکا مطلب یہ بنے گا کہ اے قریش مکہ یہ محبوب نظر آتے ہیں۔ یہ بولیں تو انکی بات سمجھ آتی ہے۔ اسلئے کہ تم انسان ہو بھینس نہیں ہو کہ تمہیں بات سمجھ نہ آئے۔ اے محبوب تم میں اور اُن میں مناسبت موجود ہے۔

آپس میں دو جدا جدا مخلوقات نہیں بلکہ ایک ہی نوع انسانی کے لحاظ سے تبلیغ کی

جا رہی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے قریش مکہ کے بہانے کو دور کرنے کیلئے آیت نازل کردی۔ کہ میرے محبوب آپ فرمادیں۔

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

میں تمہاری مثل بشر ہوں۔

نہ تو میں فرشتہ ہوں نہ جن ہوں کہ تم کہو کہ ہمیں تم نظر ہی نہیں آتے مطلب یہ تھا کہ نہ میں فرشتہ ہوں اور نہ میں جن ہوں اگر میں جن ہوتا پھر بھی تم بہانہ کرتے تو درست تھا چونکہ یہ جن ہیں تبلیغ کر کے چلے جاتے ہیں ہمیں پتہ ہی نہیں چلتا اگر میں فرشتہ ہوتا پھر بھی تم بہانہ کر لیتے کہ چونکہ فرشتے ہیں لہٰذا ہمیں انکی بولی کا پتہ ہی نہیں چلتا اور تقریریں کر کے چلے جاتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ نہ میں فرشتہ ہوں اور نہ میں جن ہوں میں وہ حقیقت ہوں کہ بولوں تو چہرہ بھی نظر آتا ہے اور کانوں کو آواز بھی سنائی دیتی ہے۔

آج کتنا بڑا ظلم ہوا کہ لوگوں نے گھڑی ہوئی چیز پر قرآن کو کھینچ کے فٹ کردیا۔ اپنے باطل عقیدے پر قرآن کا غلاف چڑھانا چاہا۔

پھر غلاف چڑھا کے اپنی بدعقیدگی کو قرآن قرار دینا چاہا۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ پردہ چاک کیا جائے اور واضح کیا جائے صرف اس اسلوب قرآن سے ہمیں دور جانے کی ضرورت نہیں آیت قرآن پڑھو۔ کہ پہلے کس چیز کا ذکر ہے اور کس کی بات ہو رہی ہے اور کس کے لحاظ سے بتایا جا رہا ہے۔ خود بخود بات واضح ہو جائے گی۔ کہ اللہ تعالیٰ بتانا کیا چاہتا ہے۔

امام ابن جوہری کی تفسیر:

اس آیت کے تحت ابن جریر نے لکھا

قُلْ یَا مُحَمَّدُ لِھٰؤُلَآءِ الْمُعْرِضِیْنَ

اے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان اعراض کرنے والوں سے کہہ دیں۔

مَا اَنَا اِلَّا مِنْ بَنِیْ آدَمَ مِثْلُکُمْ فِی الْجِنْسِ وَالصُّوْرَۃِ وَالْھَیْئَۃِ لَسْتُ بِمَلَکٍ

(تفسیر ابن جریر ۱۲/۱۱۶)

میں نبی آدم سے تمہاری مثل ہوں جنس وصورت اور ھیئت میں۔ میں فرشتہ نہیں ہوں انسان ہوں۔

ابن جریر اسکا معنٰی یہ بیان نہیں کر رہے کہ اے محبوب تم فرما دو کہ میں مٹی کا بنا ہوا ہو۔ مٹی کے لحاظ سے تو کوئی پوچھ ہی نہیں رہا تھا۔ جھگڑا نور کے لحاظ سے کسی کا تھا ہی نہیں بات یہ تھی کہ مشرکین مکہ کہتے تھے تم اور مخلوق ہو ہم اور مخلوق ہیں۔ تمہاری جنس اور ہماری جنس اور تم ایسی چیز ہو کہ بات کرتے ہوئے نظر نہ آتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یعنی لَسْتُ بِمَلَکٍ

آپ نے بشر کہہ کے فرشتہ ہونے کی نفی کی کہ میں بشر ہوں فرشتہ نہیں ہوں۔ میں بشر ہوں جن نہیں ہوں۔ بشر کہہ کہ یہ نہیں کہا کہ میں مٹی کا ہوں نور کا نہیں ہوں۔ یہ سب سے بڑا منشور ہے جو آیات قرآن پر واردات کر کے آج لوگ پیش کر رہے ہیں۔ میں پورے وثوق سے شرق وغرب تک اور انٹرنیٹ کے ذریعے سے پوری دنیا میں جہاں تک میری آواز جا رہی ہے میرا آخری سانس تک تمام منکرین کو چیلنج ہے

سورج مغرب سے طلوع ہو سکتا ہے ہمارے اس موقف کو کوئی غلط ثابت نہیں کر سکتا۔

کشاف میں تو ماقبل کے لحاظ سے معنٰی کو بالکل واضح کر دیا گیا۔

صاحب کشاف نے سوال کیا اس آیت اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ کا ماقبل وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِی اَکِنَّۃٍ سے تعلق کیا ہے؟

جواب میں کہا۔ قُلْتَ مِنْ حَیْثُ اِنَّہٗ قَالَ لَھُمْ اِنِّیْ لَسْتُ بِمَلَکٍ وَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ۔ (کشاف ۳/۴۴۳)

تم یہ کہتے ہو کہ ہمارے دل پردے اور غلاف میں ہیں اور ہمارے تمہارے درمیان حجاب ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ اعتراض درست نہیں اسلئے کہ میں فرشتہ نہیں ہوں بلکہ میں تو تمہاری مثل بشر ہوں۔

اسمیں رب یہ اعلان کروانا چاہتا ہے کہ اے میرے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ انھیں بتا دیں میں جن نہیں ہوں اور میں فرشتہ بھی نہیں ہوں میں تو شکل انسانی میں تمہاری ہدایت کیلئے آیا ہوں۔

آج ایمانی جذبات کے اظہار کی ضرورت ہے تم اپنے جذبے سکولوں میں جا کر ظاہر کرو اور کالجوں میں جہاں اندھیرے پھیلائے جا رہے ہیں۔ دوکانوں کے تھڑوں پر اور گلیوں بازاروں کے چوکوں میں جہاں قرآن پڑھ کر مفہوم قرآن پر واردات کی جا رہی ہے۔

اُن لوگوں کو شرح صدر کے ساتھ سر اُٹھا کے اور سینہ تان کے یہ پیغام پہنچا دو کہ اب ان اندھیروں کا وقت زیادہ نہیں رہے گا۔ اب وقت آ گیا ہے کہ قرآن وسنت کی تعلیمات اور تشریحات کا گلدستہ ادارہ صراط مستقیم پاکستان کے پلیٹ فارم سے پیش کیا جا رہا ہے۔ اور اسی مقصد کیلئے یہ پلیٹ فارم بنایا گیا تھا کہ جتنے بھی حیلہ ساز ہیں اُن کی حیلہ سازیوں کے پردے

چاک کر کے دین کا وہ چہرہ پیش کیا جائے۔ جو صفہ والوں نے لوگوں کو دکھایا تھا۔

لہٰذا آپ بلا جھجک بلا روک ٹوک جسے چاہیں میرا یہ دعویٰ پیش کر سکتے ہیں کہ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ پڑھ کے یہ معنیٰ کرنا کہ میں مٹی کا ہوں نور نہیں ہوں یہ کسی کا فتور ہو سکتا ہے قرآن مجید کا نور نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید کا سبق نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید میں اس مقام پر یہ مسئلہ نہیں کہ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ کا یہ مطلب ہو کہ میں نور نہیں ہوں میں مٹی کا ہوں اسکا مطلب یہ ہے کہ قریش مکہ تم بہانے کر کے بھاگنا چاہتے ہو اور میری تبلیغی صلاحیت کا انکار کر کے تم اپنے کفر پر پردہ ڈالنا چاہتے ہو۔ اگر حضرت محمد ﷺ اچھی تبلیغ کر لیتے ہوتے تو ہم کلمہ پڑھ لیتے چونکہ یہ سمجھا نہیں سکتے اسواسطے ہم کلمہ نہیں پڑھ رہے ہے۔ فرمایا بدبختو! میری تبلیغ کا انکار مت کرو مجھے رب نے بڑا فصیح اللسان بنایا ہے۔ میں تمہیں نظر بھی آتا ہوں۔ میری بات تمہیں سمجھ بھی آتی ہے۔ چور تمہارے دل میں ہے۔ جسکی وجہ سے تم کلمہ نہیں پڑھ رہے۔ اگر اُس چور کو نکالو گے تو تمہیں پتہ چلے گا کہ میری تبلیغ کے کتنے زیادہ اثرات موجود ہیں۔

حضرت امام قرطبی فرماتے ہیں کہ لَسْتُ بِمَلَكٍ بَلْ اَنَا مِنْ بَنِی آدَمَ
(قرطبی ۸/۲۰۳)

میں فرشتہ نہیں (کہ میری باتوں کی تمہیں سمجھ نہ آئے) بلکہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہوں۔

امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کے دل کا نور آیت بشریت کے حقیقی معنیٰ کا ظہور:

اسی طرح دیگر مفسرین نے بھی اسی بات کو بیان کیا۔ حضرت امام بیضاوی علیہ الرحمہ بھی

وہی بات کرتے ہیں جو اُسلوب قرآن نے سکھایا ہے۔امام بیضاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اى لَسْتُ مَلَكًا لا جِنِّيًّا

اے محبوب آپ فرمادیں میں تمہاری مثل بشر ہوں یعنی میں فرشتہ نہیں ہوں

اور میں جن بھی نہیں۔

لَا يُمْكِنُكُمُ التَّلَقِّىْ مِنْهُ (بیضاوی شریف ۵/۱۰۶ مطبوعہ دار الفکر)

اگر میں فرشتہ ہوتا یا جن ہوتا تو پھر تمہارے لئے فیض حاصل کرنا ممکن نہ ہوتا۔ پھر تم بہانہ بنالیتے ہو کہ یہ جو نبی ہیں یا تو جن ہیں یا فرشتہ ہیں ہم اُن سے فیض کیسے پائیں آپ نے فرمایا بد بختو! میں نہ جن ہوں اور نہ میں فرشتہ ہوں بلکہ میں تو شکل انسانی میں ہوں اسلئے کہ میں جب بولوں تو تمہیں ضرور سمجھ آئے۔ کیونکہ تمہیں فیض دلوانے کیلئے ہی رب نے بشری لباس دیکر بھیجا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح سے اُن کو متوجہ کیا امام بیضاوی علیہ الرحمۃ نے اُسکو بیان کیا۔ پہلے یہ فرمایا کہ ایک تو میری حیثیت ہے اور دوسرا جو میں تمہیں پیغام دے رہا ہوں کی حیثیت ہے تم اسکے لحاظ سے کہتے ہو کہ ہمیں سمجھ نہیں آتی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مطلب یہ بنا کہ لَسْتُ مَلَكًا ولا جِنِّيًّا نہ میں فرشتہ ہوں اور نہ میں جن ہوں اگر میں فرشتہ یا جن ہوتا پھر تمہارا بہانہ صحیح تھا کہ ہمیں انکی بات کی سمجھ نہیں آتی پھر فرمایا۔

وَلَا اَدْعُوْكُمْ اِلٰى مَا تَنْبُوْ عَنْهُ الْعُقُوْلُ وَالْاَسْمَاعُ

اور نہ ہی جو میں دعوت دیتا ہوں وہ عقلوں سے ماوراء ہے میں کہتا ہوں رب ایک ہے یہ بات عقل کو سمجھ آتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو عقل اسکو تسلیم کرتی ہے۔ دو طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ میں رد فرما

دیا ایک اپنے دعوت کے مضمون کے لحاظ سے دوسرا دعوت کے انداز کے لحاظ سے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انداز میرا مشکل نہیں اور مضمون بھی مشکل نہیں ہے۔ انداز بھی آسان ہے اور جو کچھ میں پڑھاتا ہوں وہ بھی بڑا آسان ہے۔

اے مشرکین مکہ تمھاری بدبختی ہے کہ تم مجھے ٹال رہے ہو اور میری بات پر توجہ کرنے کی بجائے کہتے ہو کہ تم نظر نہیں آتے قُلْ اِنَّمَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کا جو معنی لکھا اس میں مٹی کی بات کا کہیں تصور بھی موجود نہیں ہے۔ نہ میں فرشتہ ہون اور نہ میں جن ہون میں تو بشر ہوں میری باتیں تمیں سناتی دیتی ہیں اور پھر جو میں بیان کرتا ہوں وہ چیز ماوراء عقل نہیں ہے کہ عقل کی اپروچ (Approach) نہ ہو۔ بلکہ جو میں بتاتا ہوں وہ عقل کو سمجھ بھی آتی ہے لہٰذا تمھارے بہانے ختم ہیں اب اگر تم نے کلمہ نہ پڑھا تو پھر ڈاریکٹ جہنم میں جاؤ گے قیامت کے دن تمھاری کوئی معذرت نہیں ہوگی۔ کوئی بہانہ نہیں مانا جائے گا اس واسطے میں نے اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کہہ کے تمہارے سارے بہانے ختم کردیے ہیں۔

تنبیہ 1:۔ اس آیت میں سورہ بنی اسرائیل کی آیت

وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُونَا اِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ (سورۃ حم السجد آیت ۵)

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْ آذَانِهِمْ وَقْرًا (سورۃ الاسراء آیت نمبر ۴۵)
میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

یہاں سورہ فصلت میں جس حجاب کا کفار نے دعویٰ کیا ہے کہ ہمارے تمہارے

درمیان حجاب ہے اور قرآن نے اس کا رد کیا ہے یہ حجاب اور ہے اور سورہ بنی اسرائیل میں جس جواب کو ثابت کیا گیا ہے وہ اور ہے۔

نفی اس حجاب کی ہے جو قریش کہتے تھے کہ تم ہمیں تبلیغ کرتے ہوئے نظر ہی نہیں آتے ہمیں سمجھ کیسے آئے تو ان کی اس بات کو قل انما انا بشر سے رد کیا گیا کہ میں ظاہر الجلد ہوں جن یا فرشتہ نہیں ہوں کہ تمہیں نظر نہ آؤں۔

اور سورۃ بنی اسرائیل میں جس حجاب کو ثابت کیا گیا ہے۔ وہ ہے کہ جب کفار آپ پر معاذ اللہ حملہ کرنا چاہتے تھے تو درمیان میں حجاب بن جاتا آپ ان کو نظر نہ آتے جیسا کہ ابو جہل اور ابولہب کی بیوی ام جمیل وغیرہ کو حملہ کے وقت رسول اللہ ﷺ نظر نہیں آئے جیسا کہ صادی ۲/ ۳۲۸ پر ہے۔

ابن کثیر میں ہے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں کہ جس "تَبَّتْ یَدَا اَبِی لَهَبٍ" نازل ہوئی تو اُمّ جمیل سخت جوش اور غصے میں دوا کوٹنے والا پتھر ہاتھ میں لیکر وہاں آئی جہاں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپکے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے۔

اَبُوْبَكْرٍ رضی الله عنه لَقَدْ اَقْبَلَتْ هٰذِهٖ وَاَنَا اَخَافُ اَنْ تَرَاكَ فَقَالَ اِنَّهَا لَنْ تَرَانِیْ وَقَرَا قُرْاٰنًا اِعْتَصَمَ بِهٖ مِنْهَا (وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا) قَالَ فَجَاءَتْ حَتّٰى قَامَتْ عَلٰى اَبِیْ بَكْرٍ رضی الله عنه فَلَمْ تَرَ النَّبِیَّ ﷺ (تفسیر ابن کثیر ۳/ ۴۷)

جس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُمّ جمیل کو آتے ہوئے دیکھا تو

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ آپکو دیکھ نہ لے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک یہ ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکے گی اور رسول اللہ ﷺ نے قرآن کی یہ آیت پڑھ کر اس سے استدلال کیا (وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ اُم جمیل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کھڑی ہوگئی لیکن اُس نے رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھا۔

تنبیہ نمبر 2:۔ سورۃ فصلت میں انہوں نے کہا ہمارے دلوں پر پردے ہیں ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہیں اس کورد کر دیا۔ لیکن سورہ بنی اسرائیل میں ہے کہ ہم نے بنا دیے اُنکے دلوں پر پردے یہ کہ وہ سمجھیں اور اُنکے کانوں میں ڈاٹ۔

کفار کی دو حالتیں تھی کبھی تو وہ اس طرح ظاہر کرتے تھے جسے اُنہیں آواز ہی نہیں آرہی ہے رسول اللہ ﷺ ہیں اور ان میں افہام و تفہیم کی مناسبت ہی نہیں یا اُن کا انداز یہ تھا کہ ظاہر کر رہے تھے کہ ڈاٹ اُن کے کانوں میں ہیں قرآن نے قُلْ اِنَّمَا بَشَرٌ سے رد کیا۔

دوسری حالت یہ تھی کہ

كَانُوْا يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْآنَ عَلٰی وَجْهِ الْاِسْتِهْزَاء ۔ (کتاب التسہیل ۱/۱۷۲)

بڑی توجہ سے سنتے تھے کہ مقصد استھزا ہوتا جب اس انداز میں انہوں نے سننے کا دعویٰ کیا حالانکہ مقصد مذاق تھا تو قرآن نے رد کیا ہے تم سننے کا جھوٹا انداز بنائے ہوئے ہو تم سن ہی نہیں سکتے کیونکہ تمہارے کانوں میں ڈاٹ ہیں یعنی سن کے قبول نہ کرنے کو اور مذاق کی نسبت سے سننے کو ڈاٹ سے تعبیر کیا۔

مثلاً

اِنَّ اَبَا سُفْیَانَ وَالنَّضْرَبْنَ الْحَارِثِ وَاَبَا جَھْلٍ وَغَیْرِھِمْ کَانُوْا یُجَالِسُوْنَ النَّبِیَّ ﷺ وَیَسْتَمِعُوْنَ اِلٰی حَدِیْثِہٖ

ابوسفیان نضر بن حارث اور ابوجھل انکے علاوہ لوگ نبی کریم ﷺ کی صحبت میں آکر بیٹھتے اور آپ کی حدیث اور بات کو غور سے سنتے

فقال النضر یَوْمًا مَا اَدْرِیْ مایقول محمد ﷺ (تفسیر کبیر ۲۲۳/۱۰)

ایک دن نضر کہنے لگا کہ میں اُس کو جانتا ہی نہیں جو حضرت محمد ﷺ کہتے ہیں ابو جھل نے کہا کہ وہ معاذ اللہ مجنوں ہیں۔

حقیقت میں نہ پردے تھے نہ ڈاٹ تھے۔

اللہ نے اُن کو توفیق دی مگر ان کے اپنے کرتوتوں سے ان پر مہریں لگ گئیں اللہ کی طرف نسبت خلق کے لحاظ سے کردی گئی ہے جبکہ قصور ان کا اپنا تھا۔

قرآنِ مجید برہانِ رشید کے اسلوب نے کس انداز سے اس آیت کے صحیح مفہوم کو واضح کردیا۔ جو لوگ یہاں فکری واردات کرتے ہیں ان کے پاس ایسا کوئی شان نزول اور اسلوب موجود ہی نہیں۔

قرآنِ مجید کی آیت "اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ" پڑھے گا اسے قَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْ اَکِنَّۃٍ بھی پڑھنا پڑے گا کہ کیا موقع تھا، بات کیا تھی، ضرورت کیا تھی؟

اسکول میں ایک استاد پڑھاتا ہے۔ کوئی طالب علم استاد سے اپنے گھر کا خرچ مانگے اور وہ استاد کہے میں تو صرف استاد ہوں۔ اب اس کا پس منظر چھوڑ کر یہ بات اس طرح بیان کی جائے کہ وہ کہتا ہے کہ میں کسی کا باپ نہیں، میں کسی کا بیٹا نہیں، میں

کسی کا مرزوق نہیں، میں تو صرف استاد ہوں۔ اب اس پس منظر کو دیکھنا پڑے گا کہ وہ کس لحاظ سے کہہ رہا تھا کہ میں صرف استاد ہوں۔ نہ یہ کہ وہ ساری جہات کے لحاظ سے اعلان کر رہا تھا کہ میں اور کچھ بھی نہیں ہوں۔ میں نہ کسی کا باپ ہوں نہ بیٹا۔ میں تو صرف استاد ہوں۔ جب پس منظر اور اسلوب کو دیکھا جائے گا تو صحیح بات کا پتہ چلے گا

سرکار مدینہ جو فرما رہے ہیں کہ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (میں تو محض بشر ہوں) آپ رسول ہیں، ختم المرسلین بھی ہیں، صاحب قرآن بھی ہیں، والشمس اور والضحیٰ بھی ہیں۔ یٰسین اور طٰہٰ بھی ہیں۔ بشیر اور سراج منیر بھی ہیں۔ آپ بے شمار صفات سے متصف ہیں۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کہیں کہ میں صرف بشر ہوں اور کچھ بھی نہیں ہوں۔ لہٰذا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ میں جو حصر کیا کہ میں صرف بشر ہوں تو دیکھنا پڑے گا کہ ماقبل میں بات کیا ہو رہی تھی؟

اب یہ جو بشری لباس کا اظہار فرمایا ہے تو اس سے خالق کائنات نے ہرگز آپ ﷺ کی نورانیت کی نفی نہیں کی ہے۔ یہ اس کی حکمت کا تقاضا ہی نہیں ہے۔ اگر یہ بھی بش[illegible] ہیں تو دوسرے بشروں کا صلصلۃ الجرس سے ذالک الکتاب سمجھ کیوں نہیں آتا؟ اگر یہ بھی عام بشروں کی طرح محض بشر ہیں تو پھر درمیان میں فرشتے کی کیا ضرورت ہے؟ رسول کی کیا ضرورت ہے؟ ہر بشر وہ آواز سمجھ لے، وہ بھنبھناہٹ سمجھ لے، یہ سمجھنے کی صلاحیت اور استعداد صرف پیغمبر میں ہوتی ہے۔

وحی کے نزول کے وقت دو باتوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے کہ یا تو فرشت[illegible] عبدیت میں آتا ہے یا پیغمبر علیہ السلام ملکوتیت میں چلے جاتے ہیں اور مناسبت قائم ہ[illegible] جاتی ہے۔ اس طرح فیض حاصل کر کے آگے مخلوق کو تقسیم فرما دیتے ہیں۔

اسلوب کو ذہن میں رکھیں، یہ صرف اسلوب کے لحاظ سے بحث ہے۔ باقی احادیث، صحابہ کرام کے اقوال، آئمہ لغت کی تصریحات جو آپ کی نورانیت سے متعلق ہیں، وہ ایک مستقل باب ہے۔ پورے قرآن مجید میں آپ کو کوئی مقام ایسا نہیں ملے گا کہ جس سے آپ کی نورانیت کی نفی ثابت ہوتی ہو بلکہ جس کو وہ اپنے دعویٰ میں پیش کریں گے وہیں سے آپ کی نورانیت ثابت ہو جائے گی۔

اس مقام پر تیسرا اہم مرحلہ یہ ہے کہ مفسرین نے اس کو تواضع کیلئے یہ حکم دیا کیونکہ آپ کے معجزات و کمالات ایسے تھے کہ خدشہ تھا کہ لوگ عیسائیوں کی طرح کہیں آپ کو بھی الہ ماننا شروع نہ کر دیں۔ اس لئے اظہار تواضع کیلئے اس بات کو ظاہر کرتے تھے۔ یہ ٹھیک ہے کہ میرے ہاتھ پھیرنے سے آنکھیں درست، زخم مندمل، ٹوٹے اعضاء جڑ جاتے ہیں۔ میرے اشارے پر درخت جڑ سے اکھڑ کر دوڑے آتے ہیں۔ چاند دو ٹکڑے ہو جاتا ہے اور سورج واپس پلٹ آتا ہے۔ جانور میری گواہی دیتے ہیں، حیوان میرا کلمہ پڑھنے لگتی ہیں۔ پتھر مجھے سلام عرض کرتے ہیں لیکن یہ یاد رکھنا کہ میں کسی لحاظ سے بھی الہ نہیں ہوں، الہ کا بندہ ہوں۔

اب معترض یہ ہے کہ جب سرکار نے خود اپنے آپ کو بشر کہا، قرآن مجید نے بشر کہا، تو ہمارے بار بار بشر کہنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے۔ یہ مخالف کیمپ کی سوچ ہے۔ یاد رکھیں کہ ایک لفظ جو بطور عاجزی بولا جاتا ہے۔ اس کا اظہار دوسروں کیلئے درست نہیں۔ آپ ایک بزرگ شخصیت کے پاس گئے، ان سے کہا کہ میرے لئے دعا کریں۔ انہوں نے کہا کہ میں تو بڑا گنہگار بندہ ہوں، میں آپ کیلئے کیا دعا کروں۔ یہ ان کو تو اظہار عاجزی ہے لیکن آپ سن کر اشتہار چھپوا کر لگوا دیں کہ وہ

فلاں گنہگار صاحب آرہے ہیں۔ تو کیا یہ کہنا جائز ہوگا؟ کیا عقل اس کی اجازت دیتی ہے؟ کسی کا خود اپنی زبان سے گنہگار کہنا اور ہے اور آپ کا اس کو اخبار بنالیا اس کا اور مطلب اور حیثیت ہے۔ جب مفسرین نے اس سے اظہار تواضع مراد لیا ہے جیسا کہ اس آیت کی تفسیر میں قرطبی میں ہے:

قَالَ الْحَسَنُ عَلَّمَهُ اللهُ تَعَالٰی التَّوَاضُعَ (قرطبی ۸/۳۰۳)

حسن نے کہا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ تواضع ہے جو اللہ تعالٰی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھائی ہے۔

تو پھر تواضع کا تقاضا ہے کہ آپ خود تو یہ بولیں مگر ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم بھی بار بار انہیں اس بات کا حوالہ دیں کہ آپ بھی ہمارے ہی جیسے ہیں (معاذ اللہ) اور اصرار کریں کہ بس یہی ان کا مرتبہ ہے اور کچھ بھی نہیں۔ وہ ہم جیسے ہی ہیں۔ وہ بس معاذ اللہ ڈاکیے کی طرح ہیں۔ انہیں کچھ اختیار نہیں، انہیں دیوار کے پیچھے کا علم نہیں اس طرح کی بکواسات اسی وجہ سے ہیں کہ ان کے مقام کو مدنظر نہیں رکھا جا یاد رکھیں کہ یہاں یہ باتیں بڑی قابل غور ہیں۔

جو شخص یہ آیات پڑھتا ہے، اسے کیوں پڑھتا ہے؟ اس پڑھنے کے پیچھے محرک کیا ہے؟ درس دیتا ہے تو اس موضوع پر دیتا ہے۔ تقریر کرتا ہے تو اسی موضوع پر کرتا ہے۔ جہاں بیٹھتا ہے یہ آیات پڑھتا ہے۔ کیوں یہ کرتا ہے؟ اگر محرک یہ ہو کہ لوگوں کو یہ معلوم ہی نہ ہو کہ وہ انسان تھے یا الہ؟

اس کے جواب میں ضرورت کے تحت یہ بولنا کہ وہ انسان ہیں، بشر ہیں، اس بولنے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اس کی ضرورت ہے ہی نہیں کیونکہ ایک

بچہ بھی جانتا ہے کہ وہ فرشتہ یا جن نہیں تھے بلکہ انسان تھے۔ وہ خدا نہیں خدا کے بندے ہیں۔ کسی نے یہ جسارت نہیں کی کہ انہیں الہ یا الہ کا جزو کہے، خالق کائنات یا خالق کائنات کا بیٹا کہے۔

اگر محرک یہ ہے کہ لوگ انہیں مافوق الفطرت انسان سمجھتے ہیں ہر ایک کے دل پر ان کا ایک بلند و مقام نقش ہے۔ اور ہم نے کوشش کر کے انہیں ایک سطحی انسان ثابت کرنا ہے، وہ بھی ہم جیسے ہیں، ان میں اور ہم میں کوئی فرق نہیں۔ اس نیت سے اگر کوئی قرآن پاک کی آیات پڑھتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا کہ اسے ایک حرف پر دس نیکیاں ملنے کی بجائے سو گناہ اس کے نامہ اعمال میں لکھے جائیں۔ ایک محرک یہ ہے کہ جب ایک لفظ ہے تو بولنے میں کیا حرج ہے؟

کوئی لفظ ہوتا ہے لیکن بولا نہیں جاتا۔ کیا یہ سب کا عقیدہ نہیں کہ خنزیروں کا خالق بھی اللہ ہے۔ لیکن کیا کسی نے اللہ کی تعریف کرتے ہوئے کبھی یہ کہا ہے۔

اَحْمَدُكَ يَا خَالِقَ الْخَنَازِيْرِ

اے خنزیروں کے خالق میں تیری تعریف کرتا ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ خنزیروں کا بھی خالق ہے لیکن تعریف تو یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب، میں تیری تعریف کرتا ہوں۔

یاد رکھیں! آیات حق ہیں پڑھنا بھی حق ہے لیکن تلاش کرو محرک کیا ہے؟ اس کے پیچھے سبب کیا ہے؟

اگر ایسا موقع کبھی پیدا ہو جائے کہ کوئی شخص ڈٹا ہوا ہے کہ وہ خدا ہیں، الہ ہیں پھر آپ یہ آیات پڑھیں کہ وہ الہ نہیں بلکہ بشر ہیں، انسان ہیں لیکن ایسا کوئی جھگڑا چل ہی

نہیں رہا۔ ان کو انسان ماننا یہ ایمان کی شرط اوّل ہے۔ اس کے بغیر دین آ ہی نہیں آ سکتا۔ مگر وہ جو انسان کامل ہیں، اپنی منحوس شخصیتوں کے ساتھ ان کی مماثلت اور ہمسری کرنا، یہ ہرگز ایمان کا تقاضا نہیں ہے۔ یہ گستاخی ہے، توہین ہے۔

اگرچہ ان کا عظمت والا بشر ہونا، ان کی فضیلت ہے لیکن اس کے بیان کا موقع ہونا چاہیئے، انداز ہونا چاہیئے، بیان کے سبب کا پاک ہونا چاہیئے، نیت کا صاف ہونا چاہیئے۔

یہ حقیقت ہے کہ اللہ خنزیروں کا خالق ہے مگر اس کی تعریف کرتے ہوئے یہ کہا جاتا ہے میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جو رسولوں کا خدا ہے، جو پیغمبروں کا خدا ہے، جو صدیقوں کا خدا ہے، جو شہیدوں کا خدا ہے، جس نے بندۂ مومن کو ایمان دیا۔

تقویٰ دیا، جو کھانے کو دیتا ہے، پینے کو دیتا ہے۔ جو رب ہے، رحیم ہے۔ اس کی ہزاروں صفات اور بھی ہیں، انہیں ذکر کیا جائے گا۔

آج کے وہ لوگ جو ان آیات کی بار بار رٹ لگاتے ہیں ان کا محرک یہ ہے کہ وہ شیطان سے معاہدہ کر بیٹھے ہیں کہ (معاذ اللہ) آپ ﷺ کی عظمت کو گھٹانا ہے۔ اگر اپنی طرف سے کچھ کہیں گے تو لوگ نہیں مانیں گے۔ قرآن پاک کی آیات کا غلط استعمال کر کے ان کی عظمت کو عام سطح پر عام انسان کے برابر کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن:

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے، نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

اب لفظ بشر کو حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت و شان کو کم کرنے، گھٹانے کیلئے استعمال کرنا، یہ مفہوم قرآن پر واردات ہے اور حق بیان کرنے کیلئے اسے بیان کرنا یہ قرآن مجید کا اپنا تقاضا ہے۔

لفظ مثل سے مغالطہ کھانے والوں کو پیغام:

اس آیت کریمہ میں مثل کا لفظ بولا گیا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہر لحاظ سے فلاں چیز فلاں کی مثل ہے۔ ہمہ جہت مثلیت نہیں ہوتی۔ آج ہمارے ہاں المیہ یہ ہے کہ لوگ ان آیات کو پڑھنے کے بعد پھر من مانیاں کرتے ہیں اور کہتے ہیں اُنکے بھی دو ہاتھ ہمارے بھی دو ہاتھ ہیں۔ ہمارے بھی دو قدم ہیں اُنکے بھی دو قدم ہیں پھر کہتے ہیں انہوں نے بھی شادی کی اور ہم نے بھی شادی کی معاذ اللہ جب آگے مزید پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں وہ بھی بھول گئے ہم بھی بھول گئے انہوں نے بھی غلطی کر دی اور ہم نے بھی غلطی کر دی۔ تو یہ انہوں نے ایک گردان پکائی ہوئی ہے جس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ نبوت کو ایک سمپل (Simple) سا مقام بنا کر پیش کر دیا جائے تا کہ لوگوں کے دلوں میں جو وقار نبوت ہے وہ دور ہو جائے اور لوگوں کے یقین کو لوٹنا آسان ہو جائے۔

اس وقت میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ مثل کا مطلب یہ نہیں تھا جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں بلکہ مثل کہنے کا مطلب یہ تھا کہ لوگ! مجھے کبھی بھی رب نہ کہنا جیسے تم رب کے بندے ہو میں بھی رب کا بندہ ہوں۔ جیسے تم مخلوق ہو میں بھی مخلوق ہوں۔ جیسے تمہیں رزق رب دیتا ہے ایسے ہی مجھے بھی رزق رب دیتا ہے یہ اصل صورتحال ہے۔ چونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات ظاہر ہوتے ہیں۔ ابھی پہلے یہودیت اور عیسائیت کا گذرا ہوا ہے اُن کا مزاج ظاہر ہو جائے تو کوئی کہتا ہے کہ یہ اللہ کا بیٹا ہے کوئی کہتا ہے اللہ ہیں تو اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ محبوب تمہارے کمالات سب زیادہ ہیں وہ جتنے پہلے انبیاء کرام کے کمالات تھے وہ آپ

میں بدرجہ اتم موجود ہیں، تمہارے ان کمالات کو دیکھ کر کوئی ادھر بڑھنا چاہے گا تو پھر اُسے پہلے ہی سمجھا دو کہ اس حد سے آگے نہیں جانا۔ سب کچھ میرے پاس ہے لیکن میں اللہ نہیں ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔

مجھے میرے رب نے بہت کچھ دیا جسکا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ مگر میں تمہاری مثل بشر ہوں کہ جیسے تم مخلوق ہو میں بھی مخلوق ہوں۔ تم رب کے بندے ہو میں بھی رب کا بندہ ہوں اس طرح کی چیز کا سمجھانا مقصود تھا۔ یہ نہیں تھا کہ قیامت تک بے لگام خطیب تقریریں کرتے پھریں کہ

دیکھو نبی بھی بھول گیا ہم بھی بھول گئے انہوں نے بھی غلطی کی اور ہم نے بھی غلطی کی انہوں نے بھی گناہ کیا اور ہم نے بھی گناہ کیا معاذ اللہ

مثل کا مطلب امتی کا قد نبی کے قد کے برابر کرنے کا نہیں تھا مثل کہہ کر امتی کو نبی کی سیٹ پر بٹھانا نہیں تھا۔ مثل کہنے کا مطلب امتی کو نبی کے لحاظ سے ہم پلہ بنانا نہیں تھا بلکہ مثل کا مقصد یہ تھا کہ یہ رب کے بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل ان پر نازل ہوتا رہتا ہے۔

اس مقصد کیلئے قرآن مجید کی دوسری آیت کریمہ سامنے رکھو۔ اگر کسی کو یہ سمجھانے سے سمجھ نہیں آتی کہتا ہے کہ جب مثل آگیا تو پھر ہم ہر لحاظ سے بنیں گے۔ یہ یہ جتنی چیزیں اُنکی تقریروں میں ہوتی ہیں تو پھر انہیں شیشہ دکھاؤ انھیں کیونکہ اگر ادھر تمہارے لئے مثل کا لفظ آیا ہے تو پھر دوسری طرف بھی آیا ہے اگر یہاں مثل سے تم ہر شی ہی بن گئے ہو تو پھر وہاں بھی مثل سے ہر شی بن جاؤ۔

قرآن مجید کی سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ

زمین میں جتنے چوپائے ہیں اور جتنے پرندے ہیں وہ تمہاری مثل امت ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ نے واضح کردیا مَا مِنْ دَآبَّةٍ میں ہر دابہ کا ذکر آ گیا ایسے ہی لَا طٰٓئِرٍ سے ہر پرندے کا ذکر آ گیا جو پروں سے اڑتا ہے وہ تمہاری مثل امتیں ہیں۔

اس سورۃ میں لوگوں کو کہا گیا کہ سارے پرندے اور سارے درندے اور حیوان تمہاری مثل ہیں۔ جنہیں یہ شوق ہے کہ مثل کی سیڑھی سے ہم نبوت کی چھت کے قریب جا پہنچیں تو انہیں یہ بھی دکھاؤ کہ مثل یہ بھی ہے کہ اللہ نے فرمایا ہر ہر پرندہ تمہاری مثل ہے اور ہر ہر درندہ تم اُسکی مثل ہو اور ہر ہر جانور تم اُسکی مثل ہو۔ تو دابہ میں خنزیر بھی ہے دابہ میں کتا بھی ہے اور پرندوں میں کوا بھی ہے تو کیا کسی میں جرأت ہے جو خطبہ دیتے وقت یہ آیت پڑھے اور لوگوں سے یہ کہے کہ لوگو یہ تمہارا خطیب کتے کی مثل ہے اور یہ کہے کہ تمہارے خطیب نے خدا کے فضل سے بڑی شان پائی ہے وہ خنزیر کی مثل ہے اور کہے کہ یہ تو کوے کی مثل ہے۔

آخر جب آیت قرآن آئی ہے تو یہ تقریر کیوں نہیں کی جاتی جب رب کہتا ہے کہ وہ تمہاری مثل امتیں ہیں تو کیا یہ آیت قرآن نہیں ہے اور یہ وحی نہیں ہے یہ رب کا فرمان نہیں ہے۔ یہ نغمہ جبریل نہیں ہے۔ یہ کتاب لاریب نہیں ہے۔ یہ سب کچھ ہے پھر کیوں نہیں کہا جاتا کہ میں کتے کی مثل ہوں اور میں کوے کی مثل ہوں میں خنزیر کی مثل ہوں یہاں کہتے ہیں کہ اس سے ہماری بے عزتی ہوتی ہے کہاں ہم اور کہاں خنزیر میں کہتا ہوں مثل کا لفظ تو وہاں بھی آیا ہے اگر مثل کی رسی کو پکڑ کر اوپر چڑھنا چاہتے ہو تو مثل کی رسی پھر تمہیں گلے میں ڈال کے نیچے بھی کھینچ رہی ہے اگر تم نے مفہوم وہ ماننا

ہے جو ہم بیان کر رہے ہیں پھر اپنی جگہ ٹھہر سکو گے ورنہ مثل کی رسی کھینچ کے نیچے گڑھے میں ڈال دے گی ہم نے مطلب بیان کیا کہ مثل کا مطلب ہمہ جہت نہیں ہوتا بلکہ مثل کا مطلب چند جہات سے ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں کہ میں بھی مخلوق ہوں تم بھی مخلوق ہو ادھر یہ کہتے ہوئے بچ جاؤ گے کہ کوا بھی مخلوق ہے میں بھی مخلوق ہوں۔ خنزیر بھی مخلوق ہے میں بھی مخلوق ہوں کتا بھی مخلوق ہے میں بھی مخلوق ہوں۔ اب جا کر تم بچ سکو گے جب ہمارا مطلب سمجھو گے اور اگر ہمارا مطلب نہیں سمجھو گے تو پھر یہ کہنا پڑے گا کہ اگر تم مثل کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ کی برابری کرنا چاہتے ہو تو پھر ہوش کرو تمہیں کتوں کی صف میں بٹھا دیا جائے گا اور تمہیں خنزیروں کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

اسو اسطے اللہ کا قرآن بیان کر رہا ہے۔

اِلَّا اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ

ساری یہ تمھاری مثل امتیں ہیں اور تمھاری مثل مخلوق ہیں اب جانے ہوش ٹھکانے آئے گا اگر کسی میں بھی تھوڑی سی بھی عقل سلیم ہوگی اسے ماننا پڑے گا کہ اس کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام کے مقابلے میں کیا ہے جب رسول ﷺ کی عظمت کائنات کی ایک حقیقت ہے اُن کے لحاظ سے ایک ادنیٰ سا بندہ جا کر چمٹ جائے کہ میں ان کی مثل ہوں اُسے سوچنا چاہیے کہ وہ کتنی بار وضو کرے اور کتنی بار زباں کو غسل دے اور کتنی بار سوچ کو ایمان کے کعبہ میں اعتکاف کروائے اور پھر بولے۔

ادب گا ہست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ آید جنید و بایزید ایں جا

”وہاں پوری مثلیت تو کسی نبی کو بھی حاصل نہیں ہے“۔ عام کوئی انسان کہے اُن

کے ہم پلّہ ہوسکتا ہے۔ بشر اور مثل ان دونوں چیزوں کو ذہن میں رکھیں ہمارہ عقیدہ ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام بشر ہیں اور ہمارا عقیدہ مثلیت کا بھی ہے لیکن محدود مثلیت کا ہے۔ محدود مثلیت کے لئے بھی مشروط بیان کا طریقہ ہے۔

''بہت سی حقیقتیں ہوتی ہیں اُن کو بیان کرنے کے انداز کئی ہوتے ہیں اُن کو بیان کرنے میں احتیاطیں کئی ہوتی ہیں اب جلسہ ہو رہا ہے بشریت کی آیات پڑھی جارہی ہیں اور ثابت کیا کرنا ہے کہ اُن کے پاس کوئی اختیار نہیں کچھ دے نہیں سکتے کچھ کر نہیں سکتے اس وقت بشریت کی آیات پڑھ کے مقصد شان نبوت کو کم ظاہر کرنا اس انداز میں جس نے پڑھا ہم نے اس کا انکار کیا اور ہم نے اُس کو سمجھانے کو کوشش کی کیونکہ اس نے آیت کے اسلوب سے بات ہٹادی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جس اسلوب میں کہا اس خطیب نے وہ اسلوب اختیار نہیں کیا حقیقت ایک ہے مگر اس حقیقت کو آگے بیان کرنے کا طریقہ بھی ہے اب ہمارے نبی علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں اور عبد خاص ہیں۔ آپ ﷺ عبد تو اللہ کے ہیں بیان کرتے وقت ایک بندہ یوں بیان کرے جسے عام عبد ہے تو پھر اس شانِ عبدیت کو سمجھا ہی نہیں۔

''بلا تمثیل ایک بادشاہ ہے اُس کا ایک وزیر ہے اور ایک اُس کی بھینسوں کو چارا ڈالنے والا ہے''۔ دونوں میں فرق تو بہت زیادہ ہے بھینسوں کو چارہ ڈالنے والا دن میں بارہ گھنٹے کام کرے اور ساتھ کرسی پر بیٹھے والد پانچ منٹ قریب بیٹھ جائے کہ دونوں میں کتنا فرق ہوگا۔ اور مرتبے کی حیثیت کا فرق ہوگا۔

یہ کہہ کے کہ دونوں ہی بادشاہ کے محکوم ہیں کوئی فرق نہیں یہ کوئی عقل کی بات نہیں ہے۔ اور اس مثال سے تو مقام نبوت کہیں بڑا ہے اور کہیں زیادہ ہے۔ اس واسطے سیّد

عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار نہیں اور مثل کا بھی انکار نہیں مگر جس مفہوم میں اسے استعمال کیا گیا اُس کی ہم پابندی کروانا چاہتے ہیں ان لوگوں سے۔ جھگڑا یہ ہے کہ یہ اُس مفہوم کو چھوڑ کر صرف قد اونچا کرنے کے لئے نبی علیہ السلام کے مقام کے ساتھ لٹکنے کو کوشش کرتے ہیں۔ اور یہ آیات پڑھ کے اپنے قد بڑے رکھنا چاہتے ہیں تو ہم اللہ کے قرآن کی قسم اٹھا کر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ عزت اسے ملتی ہے جو اس در کا ذرہ بنتا ہے۔ اور جو یہاں لٹک کے عزت بنانا چاہے تو ذلت اس کا ٹھکانہ بن جاتی ہے یہاں مٹ کے آؤ گے تو مقام بڑا بن جائے گا اور اکڑ کے آؤ گے تو پھر زیرو ہو جاؤ گے یہ وہ اسلوب ہے جو قرآن سکھاتا بتاتا ہے کہ بشریت والی آیت کو اس انداز سے پڑھا جائے کہ پتہ چلے کہ حکمتِ قرآن کو بیان کیا جا رہا ہے۔

مِثل کی غلط تشریح کا نقصان:

اُس انداز کا نقصان کتنا ہے جو انہوں نے اپنایا ہے۔ مغرب میں جہاں بھی گستاخی ہوئی تو وہ اس انداز کی وجہ سے ہوئی جو ان لوگوں نے گھڑا تھا۔ جو ڈنمارک میں گستاخانہ خاکے بنے تھے اُس کے پیچھے فکر کیا تھی گستاخانہ خاکوں کے پیچھے مثل بشر کا وہ مفہوم تھا جو یہ بیان کرتے ہیں اُس کو ساری دنیا نے رجیکٹ کیا اور یہ سوچنے کی بات ہے کہ ڈنمارک کے اُن گماشتوں کی حرکت گستاخی کیوں بنی تھی مثل کی وجہ سے تو بنی تھی۔ اگر مثل کا لفظ بیچ میں نہ ہوتا جو انہوں نے ڈھانچہ بنایا تھا اُس کو نبی علیہ السلام کا ڈھانچہ نہ کہتے تو کوئی گستاخی نہیں تھی وہ کسی اور کا ڈھانچہ ہوتا۔

وہ گستاخی تب بنی جب لکیریں ڈال کے اُسے پیکرِ نبوی قرار دیا گیا تو بھئی میرج

ہال میں بیٹھ کر صراطِ مستقیم کی سانسیں لینے والو! اگر بے جان خا کے اور بے جان لکیریں مثل کی بنیاد پر گستاخی قرار پائیں تو پانچ چھے فٹ کا ہٹا کٹا انسان جب اپنی زبان سے مثل رہا ہو تو پھر کتنی بڑی گستاخی ہوگی ادھر صرف لکیریں ہیں اُن کو صرف مثل قرار دے دیا گیا تو سارے جوش میں آ گئے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ حالانکہ وہ لکیریں تو نہیں بولیں تھیں وہ تو صرف لکیریں تھی کہنے والے نے کہہ دیا تھا تو جو خود بولے خطبے خطبے میں اور گلی گلی میں جلسے جلسے میں ہر جگہ کہہ رہا ہے شرم ہی نہیں آتی کہ کن کی مثل بننے کی کوشش کر رہا ہے چونکہ مثل کے معنی و مفہوم کا بچے بچے کو پہلے ہی پتہ ہے کہ یہ بندہ بھی اللہ کی مخلوق ہے۔ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں مگر اس کا تقاضا کیا ہے کہ مثل کہہ کر دو کام کرے کہ ایک تو مثل کہہ کر نبی علیہ السلام کے قد کو معاذ اللہ کچھ پست ظاہر کرے اور اپنے آپ کو کچھ اونچا بنا کے ساتھ ملا دے یہ کتنی گندی سوچ اور زہریلہ لٹریچر جسکی وجہ سے آج مستشرکین کو مواد مل رہا ہے اور یہود و نبود کے منہ کھلتے جا رہے ہیں ہم نے یہ اسکی قرآن تفسیر سامنے پیش کی ہے تا کہ معاشرے میں نور پھیلے اور ہٹ دھرم ضدی طبقہ سوچنے پہ مجبور ہو جائے کہ ہم نے کچھ بھی گھڑا نہیں ہے بلکہ ہم وہی آذان پڑھ رہے ہیں جو صفہ والوں نے اپنے ماحول میں سنائی تھی اس کی برکتیں ہوں گی اس سے ذہن ابھرے گا اس سے پھر پہلے والی رنگت آئے گی۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کا اندازِ بیان:

حدیبیہ میں جس وقت حضرت عروہ بن مسعود آئے تھے تو یہی فلسفہ تھا جس نے حضرت عروہ بن مسعود کا کفر توڑا اگر صحابہ مثلیت کے نعرے لگا رہے ہوتے تو عروہ

کو بھی کلمہ نصیب نہ ہوتا وہ ایک ٹولی میں بیٹھتے تو وہ کہتے کہ حضور ﷺ ہمارے مثل ہیں دوسری میں وہ بیٹھتے تو وہ کہتے کہ میری مثل ہیں اگلی میں جاتے تو وہ کہتے کہ یہ بھول بھی جاتے ہیں اگلی میں جاتے تو آواز آتی کہ یہ تو کچھ دے ہی نہیں سکتے معاذ اللہ اگر یہ تبلیغ صحابہ کی ہوتی تو عروہ بن مسعود منفرد ہو کر واپس چلے جاتے لیکن کیا ہوا؟ عروہ بن مسعود نے دیکھا اور قریش مکہ کو بتایا۔

مَا تَنَخَّمَ النَّبِيُّ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِيْ كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ وَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ (بخاری شریف ۱/۳۷۹)

اے قریش مکہ میں جن سے مل کے آیا ہوں وہ اپنے نبی کو اتنا بے مثل مانتے ہیں کہ اُن کے لعاب کو بھی ماتھے پر لگاتے ہیں پھر جا کے عروہ کو کلمہ نصیب ہوا اگر تبلیغ یہ ہوتی جو ان کے جلسوں کی ہے تو پھر یہ ہو سکتا تھا کہ کچھ ایمان والے بھی معاذ اللہ پیچھے ہٹ جاتے اگر تبلیغ وہ ہے جس کا سبق وہاں سے لے کر ہم تک آیا تو عروہ بن مسعود جس وقت آئے تھے تو کٹر مشرک تھے اور جا رہے تھے تو دل میں نور پھوٹ چکا تھا یہ انقلاب کیوں آیا تھا کہ جب صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کا لعاب دہن ہاتھوں میں لے کے ماتھے پر لگایا تھا تو انہوں نے عروہ کو پوری کتاب پڑھا دی ہے کہ اے عروہ یاد رکھ کہ جن کے لعاب کی مثال نہ ہو تو رسالت مآب ﷺ کی مثال کہاں سے آئے گی۔

تھوک تو ایک ادنیٰ سی چیز ہوتی ہے بلغمی تھوک تو کوئی دیکھنا پسند نہیں کرتا ماتھے پر کون لگاتا ہے۔ اور یہاں ماتھے پر لگائی جا رہی ہے تو پھر صحابہ کرام نے پڑھایا کہ قیامت تک کے سکالرو یاد رکھنا کہ ہمارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ نے بے مثل و بے مثال ۔۔۔ آج لوگوں نے اپنی کتابوں میں لکھا کہ نبی بڑے بھائی جتنا مقام رکھتا ہے یا

گاؤں کے چودھری جتنا مقام رکھتا ہے یا پوسٹ مین ڈاکیے جتنا مقام رکھتا ہے۔ صحابہ کرام نے اس کا جنازہ عروہ کے سامنے حدیبیہ میں نکال دیا تھا جب لعاب دہن ماتھے پر لگایا تھا تو کہا کہ قیامت تک پیدا ہونے والو! چودھری اور بڑا بھائی کہہ کے اور ڈا کیا کہہ کہ ان کی شان بیان نہ کرنا کیوں؟ اس لیے کہ کون ڈاکیے کا لعاب ماتھے پر لگاتا ہے۔

یہ تو طیبہ کی محبت کا اثر ہے ورنہ
کون روتا ہے لپٹ کے درو دیوار کیساتھ

صحابہ کرام نے لعابِ دہن ماتھے پر لگا کے بتا دیا کہ کروڑوں چودھری اور کروڑوں ڈاکیے اور کروڑوں بھائی ان کی خاکِ پا پہ قربان کیئے جا سکتے ہیں اور اللہ نے ان کو سب سے اونچی شان اور مرتبہ عطا فرمایا ہے۔

مثل کا مطلب سمجھنے کے لئے بخاری شریف کو سامنے رکھیئے

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے روزے رکھے تو صحابہ کرام نے بھی وصال کے روزے رکھنا شروع کر دیئے تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا اے میرے صحابہ کیا وجہ ہے تو صحابہ کرام سے آپ علیہ السلام نے فرمایا۔

لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ (بخاری شریف ۱/۲۶۳)

میں تمھاری ھیئت کی طرح نہیں ہوں

آج ہمارا کوئی بچہ بھی ایسا نہیں جو اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ پر ایمان نہ رکھتا ہو بڑا تو بڑا رہ گیا مفتی تو مفتی رہ گیا حافظ قاری تو اپنی جگہ پر رہ گیا بچہ بچہ بھی اس پر ایمان رکھتا ہے لیکن بے لگامی سے روکتا ہے کہ آیت کو گستاخی کا ذریعہ مت بناؤ اور بولنے میں انداز کو سامنے رکھو۔

بلاتمثیل ایک بچہ اپنی امی کو اپنے باپ کی بیوی کہہ کے بلاتا ہے اور دوسرا اپنی امی کو والدہ کہہ کے بلاتا ہے تو ایک ہی حقیقت کی دو تعبیریں ہیں مگر بیان کا فرق بہت زیادہ ہے وہ گستاخ شمار ہوگا جو کہہ کے اے میرے باپ کی بیوی اور وہ ادب والا ہوگا جو کہہ اے والدہ محترمہ۔ اس واسطے یہ چیز بلاتمثیل ذہن میں رکھنی چاہیے کہ یہ نہیں جو ذکر ہوگیا اسی انداز میں بیان کرنا شروع کردو انداز کے لحاظ سے ہم نے پابندی ضروری کروائی مثل مثل کی رٹ لگا کر اس معنوں کو غلط انداز میں بیان مت کرو ہم نے اپنے عقیدے کو ہر جگہ واضح کیا ہر دور میں کہ بشریت اتفاقی عقیدہ ہے۔

مودودی صاحب کی گالی۔

لیکن پھر بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مودودی کے بارے میں لوگ کہتے ہین کہ یہ کسی کو کچھ نہیں کہتے میں کہتا ہوں کہ کسی کا کچھ چھوڑتے بھی نہیں اور سب کچھ مٹادیتے ہیں بشریت کا عقیدہ بیان کرتے وقت اس شخص نے ہمیں کتنی بڑی گالی دی اور کتنا بڑا مذاق کیا آج تک اہلسنت کی تاریخ میں ایک بھی انسان ایسا نہیں ہے جس نے وہ ترجمہ کیا ہو جو اس شخص نے کر کے ہمارے ماتھے پر رکھ دیا اور ہمارے بارے اس کو بیان کردیا۔

اِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ (سورۃ آل عمران آیت نمبر ۷۸)

اصل کتاب میں ایک گروہ ایسا ہے جو زبان ٹیڑھی کر کے وہ بات بیان کردیتے ہیں جو قرآن میں نہیں۔

اس کی تفسیر میں لکھا کر "اس کی نظیریں قرآن کر ماننے والے اہل کتاب میں بھی مفقود نہیں" کہ جیسے وہ اہل کتاب خیانت کرتے تھے ایسے کچھ قرآن ماننے والے بھی

خیانت کرتے ہیں اہل کتاب ہمیں کہہ کے ان میں بھی اس خیانت کی مثالیں مفقود نہیں۔
اب بھی ایسی خیانتیں کی جا رہی ہیں کہ جو بات قرآن میں نہیں اس کو کچھ قرآن والے
قرآن بنا کے پیش کر رہے ہیں اس پر لکھا۔ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ میں اِنَّما کو اِنَّ ما پڑھتے ہیں۔
پہلے نمبر اس نے کہا کہ جو بشریت کے منکرین ہیں یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے محمدی
امت میں اور اہلسنت میں سے کسی نے کسی تاریخ میں بشریت کا انکار کیا ہی نہیں۔
اُس نے منکرین بشریت کہہ کے ہم پر اعتراض کیا۔ لوگ اس کے بارے میں کہتے
ہیں کہ یہ بڑا براڈ مائنڈڈ ہے کسی کو کچھ کہتا نہیں کسی کو کفر کی گالی دینا یہ کوئی چھوٹی گالی ہے
جو منکر بشریت ہے وہ تو کافر ہے وہ تو منکر قرآن ہے اس نے ہمیں منکر بشریت کہہ
کے کافر کہا بشریت کا انکار کیسے کرتے ہیں اس نے کہا کہ اِنَّمَا کو اِنَّ مَا پڑھتے ہیں یعنی
جدا کر کے پڑھتے ہیں تو اب ما کا معنیٰ ''نہیں'' ہوگا اب آیت کا مطلب ہی ختم ہو جائے
گا تو وہ کہتا ہے کہ کچھ لوگوں نے اِنَّ کو علیحدہ اور ما کو علیحدہ پڑھا اور ترجمہ یہ کیا! اے نبی
کہہ دو کہ تحقیق نہیں ہوں میں بشر تم جیسا اب مودودی یہ ترجمہ کر کے ہمارے ذمے
لگا رہا ہے ہمارے کسی مترجم نے اور ہمارے چھوٹے سے چھوٹے خطیب نے بھی ایسا
نہیں کہا اور اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ وہ ترجمہ کرے جو مودودی نے کر کے ہمارے ذمہ لگا
دیا اے محبوب تم فرما دو کہ بے شک میں نہیں ہوں تمھاری مثل میں بشر۔ یہ تو تحریف
قرآن اور یہ تبدیلی قرآن ہے اور اہلسنت میں سے یہ کسی نے ترجمہ نہیں کیا اور اہلسنت
کو اس ترجمہ کی گالی دی یہ بہت ستم اور ظلم ہے۔

اس موضوع کے اندر میں نے شروع سے لے کر وضاحت کر دی کہ بشریت کے اثبات
کے ساتھ ترجمہ کیا گیا ہے پھر ماقبل کو دیکھ کر اور اسلوب کو دیکھ کر ساری حیثیت کو بیان کیا گیا ہے
لہٰذا مفہوم قرآن پر واردات کرنے والے لوگ بظاہر اپنی طرز سے پارسائی کا لباس بھی پہنتا ہے
اور یہ کہتا ہے کہ ہم کھلے دماغ والے ہیں اور ہم کسی کو کچھ نہیں کہتے اور اندر سے کتنا حسد اور بغض

ہے منکرین قرآن کا طعنہ دیکر ہماری طرف اور پوری ملت کی طرف آیت کا غلط ترجمہ کر کے منسوب کیا جارہا ہے آپ غور کریں کے ہر بندہ ان کے نفاق کونہیں جانتا اس کے سامنے اس کے معتقدات نہیں ہیں اس کے سامنے صفہ سے لے کر آج تک کی اہلسنت کی تاریخ نہیں ہے تو پڑھ کے کہیں گے یہ بریلوی کیسے ہیں کہ جنہوں نے قرآن ہی بدلا ہوا ہے۔اور کتنے غلط ترجمے کیئے ہوئے ہیں جبکہ ہمارے کسی سوئے ہوئے نے بھی ایسی بات نہیں کی جاگنے والے تو ویسے ہی جاگنے والے ہیں۔اس بنیاد پر ایسے لوگوں کے ستم کا حساب بھی باقی ہے۔اور انہیں اس بات پر پیغام دے رہے ہیں کہ جہاں جہاں اُن کی چوریاں ہیں ہماری نگاہوں کے قافلے وہاں تک پہنچ چکے ہیں انشاءاللہ وقت وقت پر ہر جگہ سے یہ ثابت کیا جائے گا کہ کس کس نے مصلح کے روپ میں فساد کے حربے استعمال کیئے اور کس کس نے رہبر کے روپ میں قوم کو لوٹا اور ملت کے دین وایمان پر ڈاکے ڈالے۔

انشاءاللہ وقت دور نہیں ہے چراغاں ہو رہا ہے صبح آگئی ہے۔

آسمان ہو گا سحر کے نور آئینہ پوش
پھر ظلمت رات کی سیماب پا ہوجائے گی

....

پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیغام سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی

....

شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمہ توحید سے

☆☆☆☆☆☆

فہرست کتب سنی علماء کرام

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف	قیمت
1	عرفان الحدیث	مفتی محمد اشرف جلالی	250
2	گوشہ خواتین	مفتی محمد اشرف جلالی	220
3	انوار حافظ الحدیث	محمد نعیم اللہ خاں قادری	180
4	آؤ میلاد منائیں	غلام مرتضی ساقی صاحب	220
5	دروس القرآن	غلام مرتضی ساقی صاحب	170
6	مسئلہ رفع یدین	غلام مرتضی ساقی صاحب	100
7	اسلام اور ولائیت	غلام مرتضی ساقی صاحب	200
8	اہل جنت اہل سنت	غلام مرتضی ساقی صاحب	200
9	حضور ﷺ مالک ومختار ہیں	غلام مرتضی ساقی صاحب	100
10	وہابیوں کا مروجہ جنازہ ثابت نہیں	غلام مرتضی ساقی صاحب	40
11	تحفہ رمضان المبارک	محمد نعیم اللہ خاں قادری	280
12	تحفہ شعبان المعظم	محمد نعیم اللہ خاں قادری	100
13	رسائل رمضان المبارک	محمد نعیم اللہ خاں قادری	120
14	ہماری دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں	محمد نعیم اللہ خاں قادری	100
15	شرک کی حقیقت	محمد نعیم اللہ خاں قادری	
16	قادیانی دھرم کا علمی محاسبہ	محمد نعیم اللہ خاں قادری	
17	غیر مقلدین کو دعوت انصاف (اوّل تا چہارم)	محمد نعیم اللہ خاں قادری	
18	غیر مقلدین کا علمی محاسبہ	محمد نعیم اللہ خاں قادری	
19	سرور کونین کی نورانیت وبشریت	محمد نعیم اللہ خاں قادری	
20	فیصلہ کن مناظرے	محمد نعیم اللہ خاں قادری	
21	مجموعہ رسائل	محمد نعیم اللہ خاں قادری	
22	دیوبند کا نیا دین	محمد نعیم اللہ خاں قادری	
23	مختصر شرح سلام رضا	محمد نعیم اللہ خاں قادری	70
24	قرآن پاک کے آداب	محمد نعیم اللہ خاں قادری	25

25	تبرکات عالمی مبلغ اسلام	عبدالعلیم میرٹھیؒ	350
26	شاہراہ اہلسنت	ابوکلیم محمد صدیق فانیؒ	250
27	آئینہ اہلسنت	ابوکلیم محمد صدیق فانیؒ	250
28	مشائخ قادریہ	ابوکلیم محمد صدیق فانیؒ	80
29	جرأتوں کا قافلہ	ابوکلیم محمد صدیق فانیؒ	20
30	عظمت وشان اہلبیت	سید محمد عرفان شاہ مشہدی	30
31	سنی جاگ	سید محمد عرفان شاہ مشہدی	15
32	زندہ نبی کے زندہ صحابہ	مولانا محمد سرور گوندلوی	40
33	نماز کا سنت طریقہ	مولانا محمد سرور گوندلوی	20
34	میلاد مصطفیٰ	محمد نواز بشیر جلالی	20
35	تحقیق مسئلہ ختم نبوت	محمد نواز بشیر جلالی	20
36	بھیڑنما بھیڑیے	صوفی اللہ دتہؒ	20
37	یزید علمائے اہلسنت کی نظر میں	صوفی اللہ دتہؒ	20
38	الحق المبین	علامہ سید احمد سعید کاظمی	36
39	میلاد النبی	علامہ سید احمد سعید کاظمی	24
40	بارہ ماہ کے فضائل ومسائل	مفتی محمد اشرف رضا قادری	36
41	عقائد و معمولات اہلسنت	مفتی عبدالمبین صاحب	30
42	سات متنازعہ مسائل اور اہلسنت کا موقف	مفتی محمد رضوان الرحمٰن	20
43	شفاء اور برکت	مولانا محمد انور رضوی	20
44	ہم زندہ جاوید کا ماتم نہیں کرتے	سید زین العابدین شاہ	20
45	میں سنی کیوں ہوا؟	ڈاکٹر محمد سلیمان قادری	30
47	حقیقت ایصال ثواب	مولانا محمد رمضان اویسی	46
48	فیض النحو	مولانا محمد رمضان اویسی	46
49	فیض الصرف	مولانا محمد رمضان اویسی	75
50	فضائل درود شریف	محمد منور حسین عثمانی	20
51	ایصال ثواب کیوں اور کیسے؟		15
52	عظمت غوث اعظم واولیاء اللہ	محمد عاشق باٹھ	20

	بزرگانِ دین کا نعتیہ کلام (اوّل دوم)	صلاح الدین سعیدی	30-36
	والیانِ نجد و حجاز کا تاریخی جائزہ	یسین اختر مصباحی	25
	منتخب حدیثیں تخریج شدہ	علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی	100
	نماز کوئز	حافظ محمد اکرم	66
	ذکر اویس	مفتی محمد فیض احمد اویسی	120
	ذکر سیرانی	مفتی محمد فیض احمد اویسی	120
	کالج لڑکی	مفتی محمد فیض احمد اویسی	70
	عمل وظیفے	مفتی محمد فیض احمد اویسی	70
	علم حضرت یعقوب علیہ السلام	مفتی محمد فیض احمد اویسی	36
	بہشتی دروازہ	مفتی محمد فیض احمد اویسی	30
6	تبلیغی جماعت کے کارنامے	مفتی محمد فیض احمد اویسی	20
6	بسنت تہوار یا غضب کردگار	مفتی محمد فیض احمد اویسی	15
6	گلدستہ تقاریر (اوّل دوم)	مولانا محمد حنیف اختر	240
6	شاہِ شہیداں	مولانا محمد حنیف اختر	70
6	سو غلط مسائل	مولانا محمد حنیف اختر	15
6	باپ کی نصیحت بیٹی کے نام		50
6	کامیاب شادی	یسین اختر مصباحی	40
7	محفل میلاد برائے خواتین	محمد عبدالرشید نوری	170
71	استخارہ	مولانا محمد عمران معراج	30
72	امام احمد رضا کے تعلیمی تصورات کا تحقیقی جائزہ	غزالہ سعید توصیف زمان	30
73	مقام مصطفیٰ ﷺ	محمد انوار اللہ فاروقی	120
74	انیس الجلیس	امام جلال الدین سیوطی	200
75	ضرب حیدری	پیر سائیں غلام رسول قاسمی قادری	100
76	سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	علامہ پیر سید محمد عرفان شاہ	80
77	اوجھڑی کی کراہت	مفتی فیض احمد اویسی	25
78	یورپ میں اسلام کے پھیلتے اثرات	مفتی محمد اشرف آصف جلالی	15

☆☆☆☆☆

ہم کاروانِ **حضرت حافظ الحدیث** رحمۃ اللہ علیہ کے سالارِ اوّل

ایوانِ خانوادہ مشہدیہ جلالیہ کے رکن اعظم

آستانہ مقدسہ بھکھی شریف

کے خورشیدِ ثانی

حضرت پیر سیّد محمد مظہر قیوم مشہدی جلالی

نوّر اللہ مرقدہ

کی خدمات جلیلہ

کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں

منجانب

ادارہ صراط مستقیم پاکستان

ختم چہلم شریف

بمقام: **دربار عالیہ بھکھی شریف**

یکم اکتوبر بروز جمعرات صبح 10 بجے

بانی ادارہ صراطِ مستقیم پاکستان مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

کا اہم اور اچھوتے موضوعات پر لٹریچر

فہم دین اوّل تا چہارم	سیٹ 880 روپے
فہم دین (جلد پنجم)	260 روپے
غائبانہ جنازہ جائز نہیں	220 روپے
مفہوم قرآن بدلنے کی واردات	140 روپے
محاسن اخلاق	100 روپے
ختم نبوت قرآن وحدیث کی روشنی میں	36 روپے
میرے لئے اللہ کافی ہے	30 روپے
حق چار یار	30 روپے
جنت کی خوشخبری پانے والے دس صحابہ کرام	30 روپے
فکر آخرت	30 روپے
ہاں ہم سنی ہیں	30 روپے
سرکار غوث اعظم اور آپکا آستانہ	30 روپے
ایک نومسلم کے سوالات کے جوابات	30 روپے
شانِ رسالت سمجھنے کا ایمانی طریق	30 روپے
توحید وشرک	30 روپے
ہم اہلسنت وجماعت ہیں	30 روپے
تحفظ ناموسِ رسالت ایک فرض ایک قرض	30 روپے
چٹاگانگ میں چند روز	20 روپے
تحفظ حدود اللہ اور ترمیمی بل	20 روپے
ایصال ثواب اور گیارھویں شریف کی شرعی حیثیت	20 روپے
فقہ حنفی سنت نبوی کے آئینے میں	20 روپے
دختران اسلام کے لیے آئیڈیل کردار	20 روپے
افزائش نور	20 روپے
جادو کی مذمت	20 روپے
اصلاح اور اس کا اجر	20 روپے
نورانیت مصطفیٰ ﷺ کا انکار کیوں	20 روپے
شانِ ولایت قرآن وحدیث کی روشنی میں	20 روپے
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علمی ذوق	20 روپے
امام اعظم رضی اللہ عنہ بحیثیت بانی فقہ	20 روپے
محبت ولی کی شرعی حیثیت	20 روپے
صلوٰۃ وسلام پر اعتراض آخر کیوں	20 روپے
فقہ حنفی پر چند اعتراضات کے جوابات	20 روپے
ربط ملت اور اہلسنت کی ذمہ داریاں	20 روپے
خاندانی منصوبہ بندی اور اسلام	20 روپے
فحش گانوں کا عذاب	20 روپے
رسول اللہ ﷺ کی نماز	20 روپے
ترک تقلید کی تباہ کاریاں	20 روپے
اسلام کو درپیش چیلنجز کا ادراک اور ان کا حل	20 روپے
صراط مستقیم کی روشنی	20 روپے
مقتدی فاتحہ کیوں پڑھے	20 روپے
رسول اللہ ﷺ بحیثیت مبشر	20 روپے
منصب نبوت اور عقیدہ مومن	20 روپے
محبت الٰہی اور اسکی چاشنی	20 روپے
فہم زکوٰۃ	20 روپے
حل مشکلات اور عقیدہ صحابہ	20 روپے
توحید باری تعالیٰ	20 روپے
قربانی صرف تین دن جائز ہے معہ قربانی کے جانور	20 روپے
رنج والم سے نجات کا راستہ	40 روپے
مسئلہ حاضر وناظر	40 روپے
تربیت اولاد	30 روپے
یہ شانِ رسالت ﷺ ہے ذرا ہوش سے بول	30 روپے

0321-4761150